ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی

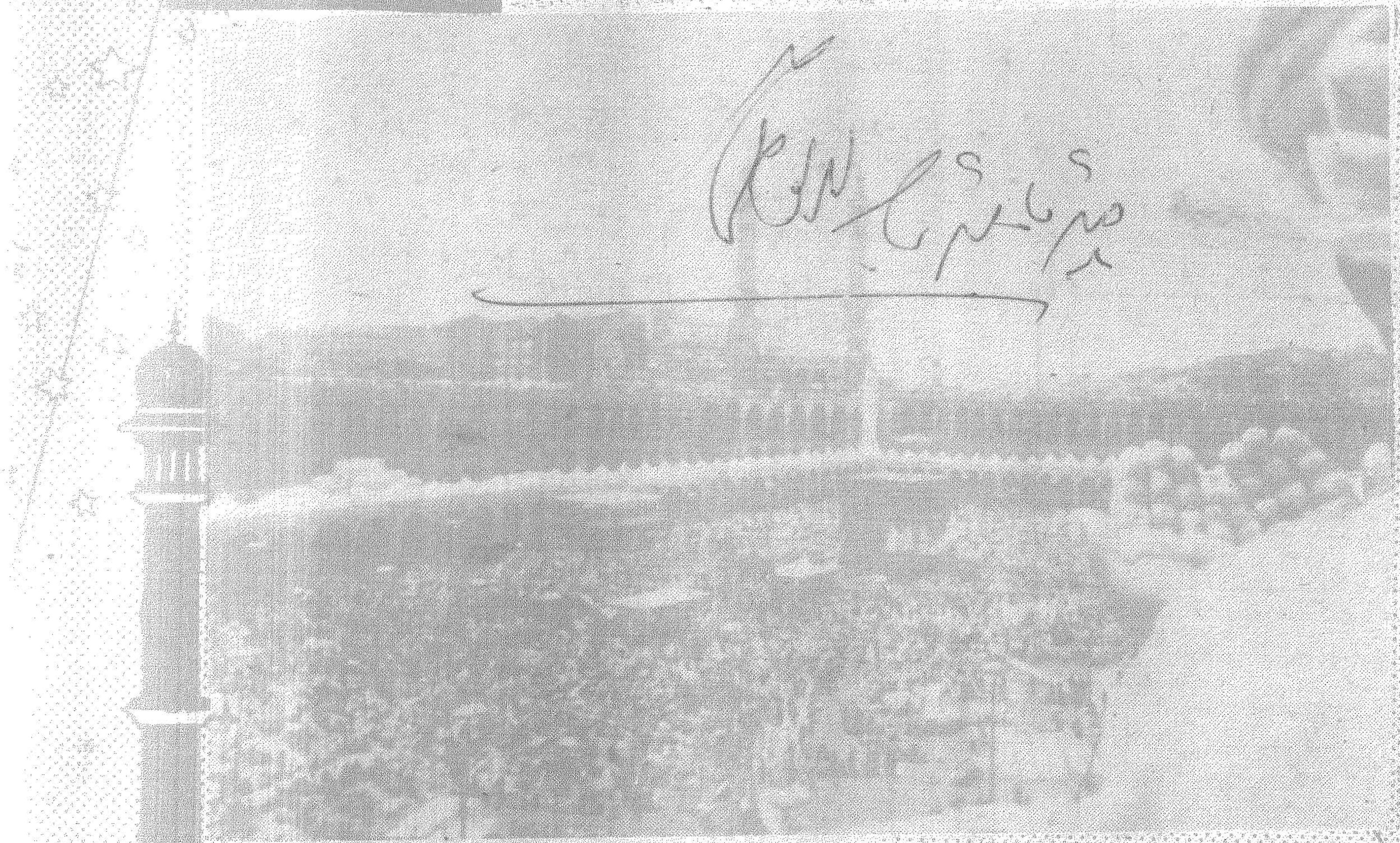
شیخ التفسیر

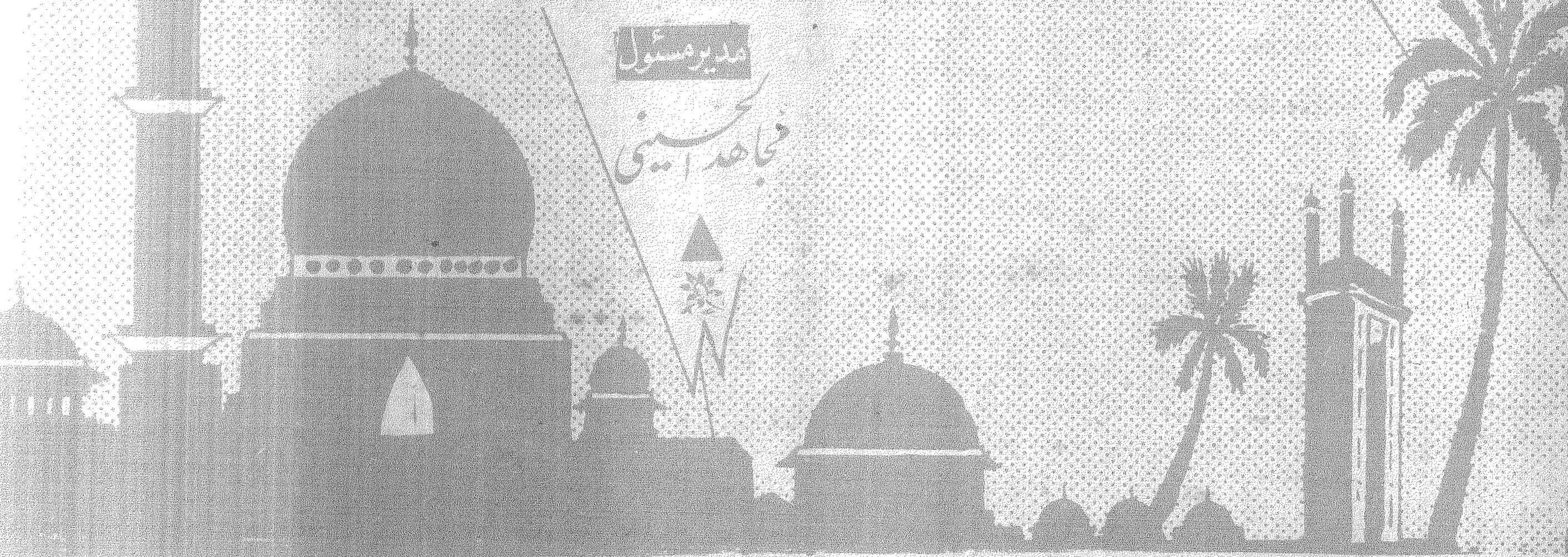
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور





مدیر مسئول

مجاہد الحسینی

۲۲ صفر المظفر ۷ اپریل

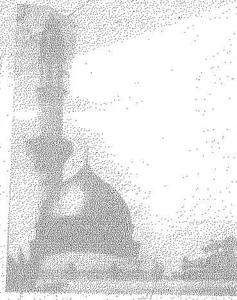
۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان عربی

ہدیہ

۳۵ پیسے

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم



سورۃ بقرہ کی فضیلت

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطٰن ینفر من البیت الذی یقرء سورۃ البقرۃ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ۔ اس لیے کہ شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

عن النواس بن سمعان قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یؤتی بالقرآن یوم القیامۃ واھلہ الذین کانوا یعملون بہ تقدمہ سورۃ البقرۃ وآل عمران کانھما غمامتان او ظلتان سوداوان بینھما شرق او کانھما فرقان من طیر صواف تحاجان عن صاحبھما (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن لایا جائے گا قرآن کو اور اس کے پڑھنے والوں کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو۔ اس طرح کہ قرآن کی دو سورتیں یعنی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران ان کے آگے ہوں گی۔ گویا یہ دونوں سورتیں ابر کے دو ٹکڑے ہیں یا ابر کے دو سیاہ ٹکڑے ہیں کہ ان میں چمک ہے۔ یا دو ٹکڑیاں صف بستہ پرندوں کی ہیں جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی۔

آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان

عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا المنذر اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ معک اعظم قلت اللہ ورسولہ اعلم قال یا ابا المنذر اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ معک اعظم قلت اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم قال فضرب بیدہ فی صدری وقال لیھنک العلم یا ابا المنذر (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابی! تو جانتا ہے کہ قرآن کی کون سی آیت تیرے لیے بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ابی! جانتا ہے کہ قرآن کی کون سی آیت تیرے لیے بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم یعنی ساری آیۃ الکرسی۔ آپ نے یہ سن کر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ ابی! تیرا علم خوشگوار ہے۔

سورۃ فاتحہ اور آخری آیات سورۃ البقرہ کی فضیلت کا بیان

عن ابن عباس قال بینما جبرئیل علیہ السلام قاعد عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ سمع نقیضا من فوقہ فرفع راسہ فقال ھذا باب من السماء فتح الیوم لم یفتح قط الا الیوم فنزل منہ ملک نزل الی الارض لم ینزل قط الا الیوم فسلم فقال ابشر بنورین اوتیتھما لم یؤتھما نبی قبلک فاتحۃ الکتاب وخواتیم سورۃ البقرۃ لن تقرء بحرف منھما الا اعطیتہ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے اوپر کی جانب دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی پس انہوں نے سر اٹھایا اور کہا یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور آج ہی کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر نکلا اس دروازے سے ایک فرشتہ اور جبرئیل نے کہا ہے کہ یہ فرشتہ آج ہی زمین کی طرف اترا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں اترا۔

قل ھو اللہ کی فضیلت کا بیان

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا علی سریۃ وکان یقرء لاصحابہ فی صلاتھم فیختم بقل ھو اللہ احد فلما رجعوا ذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال سلوہ لای شیء یصنع ذلک فسالوہ فقال لانھا صفۃ الرحمٰن فانا احب ان اقرأھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ ان اللہ یحبہ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر پر ایک شخص کو امیر بنا کر بھیجا اور وہ امیر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور سورۃ قل ھو اللہ احد سے قراۃ کو ختم کرتا تھا۔ پھر جب لشکر لوٹ کر آیا تو لشکر نے بارگاہ نبوی میں اپنے امیر کی نماز کا حال بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس سورۃ میں رحمٰن کی تعریف ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اسی سورۃ کو پڑھوں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو مطلع کر دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

ختم نبوت

لا نبی بعدی (بخاری)

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

میں ہوں خاتم آخری میرا مقام

ہر نبوت کا ہے مجھ پر اختتام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

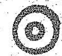
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۲ ھ
۷ اپریل ۱۹۷۲ ء

جلد ۱۷ ★ شمارہ ۴۶

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیرؒ
حضرت مولانا عبیداللہ انور
مدظلہ العالی



مدیر
مجاہد الحسینی

صدر مملکت کا لباس

صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو جب ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے پورے ملک کا دورہ کر کے اپنے انقلابی پروگرام کے لیے عوام سے خطاب کیا کرتے تھے تو عموماً وہ کھدر یا دوسرے موٹے کپڑے کی شلوار قمیص زیب تن کر کے اجتماع عام میں آتے تھے۔ انہوں نے ملک کی زمام اقتدار سنبھال کر شروع میں یہ تاثر دیا تھا کہ وہ پورے ملک کے باشندوں کے لیے سادہ اور سستا لباس رائج کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

بعد ازاں اس قسم کی خبریں بھی آئیں کہ صدر بھٹو چینی طرز لباس کو پسند کرتے ہیں۔ اور غالباً اسے ہی رواج دینے کا فیصلہ کریں گے۔ لیکن عوام الناس کی توقعات کے برعکس جب صدر مملکت، ان کے گورنروں اور وزیروں کو عجیب و غریب لباس میں دیکھا تو سخت تعجب ہوا کہ عوامی اور قومی لباس کے سلسلہ میں لوگ خصوصاً عوام بھٹو صاحب سے جو توقعات وابستہ کیے بیٹھے تھے ان پر پانی پھر گیا — کیونکہ جو لباس انہوں نے اپنے لیے اور کابینہ کے ممبروں کے لیے منتخب کیا ہے وہ نہ صرف غیر موزوں ہے بلکہ سراسر تکلف اور شوخی پر بھی مبنی ہے۔

عوامی اور قومی لباس کا تقاضا یہ ہے کہ برسر اقتدار حضرات سے لے کر عام افراد آسانی کے ساتھ زیب تن کر سکیں۔ اور امیر و غریب کے لباس میں جو امتیاز پایا جاتا ہے اسے مٹا کر مساواتِ محمدیؐ کی ایک مثال قائم کی جا سکے۔

صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آنے کے بعد کراچی اور لاہور کے عظیم الشان اجتماعات میں شلوار قمیص پہن کر ہی عوام کے سامنے تشریف لائے ہیں۔ یہاں مسئلہ مقرر کے لباس کا نہیں کہ جلسۂ عام میں تقریر کرتے وقت صدر مملکت، وزراء اور دیگر سیاسی رہنماؤں کا لباس کیا ہونا چاہیے۔ سوال پوری قوم اور عوامی لباس کا ہے۔ کہ پورے ملک کے باشندے خواہ وہ ارباب اقتدار ہوں یا حکام، صنعت کار ہوں یا تاجر، مزدور ہوں یا کسان، اساتذہ ہوں یا طالب علم، سیاسی، دینی رہنما ہوں یا ان کے پیروکار، بوڑھے ہوں یا نوجوان، ان سب کا قومی لباس کیسا ہونا چاہیے —؟ اور پھر عورتوں، لڑکیوں اور تعلیمی اداروں کی طالبات کے لباس کا مسئلہ بھی ہے۔

قومی لباس کا مسئلہ طے کرنے کے لیے ہم نے خدام الدین کے گزشتہ ایک شمارے میں ارباب حکومت خصوصاً صدر مملکت جناب بھٹو صاحب کی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ ایک مقبول اور عوامی قائد کی حیثیت کے مالک ہیں۔ اس وقت عوام الناس میں جو مقبولیت اور پذیرائی جناب بھٹو صاحب کو حاصل ہے وہ دوسرے کسی بھی رہنما کو نہیں۔ ایسے حالات میں انہیں چاہیے کہ جہاں انہوں نے صنعت، زراعت اور تجارت کے میدانوں میں مفید اصلاحات کی ہیں وہاں انہیں قومی لباس کے معاملہ پر بھی توجہ دینی چاہیے اور ایسی عمدہ اور مثالی اصلاحات کرنی چاہئیں کہ پاکستانی عوام مساوات و یکسانیت کا پیکر دکھائی دیں اور لباس کی مساوات کی جھلک زندگی کے ہر گوشہ میں دکھائی دینے لگے۔

ہمیں صدر مملکت سے پوری توقع ہے کہ اس مسئلہ کے سیاسی، معاشی اور قومی پہلوؤں کی اہمیت کا لحاظ کر کے ضرور اسے حل کرنے کا فیصلہ کریں گے — اور عوام الناس میں یک رنگی پیدا کرنے کا تاریخی اقدام کریں گے۔

اخلاق سے گرے ہوئے اشتہارات

اخبارات کی مشاورتی کمیٹی کے دوسرے اجلاس منعقدہ راولپنڈی میں متفقہ طور پر اشتہارات کی تطہیر کے لیے معاہدہ ہو گیا۔ یہ اجلاس مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

ایوان نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ یہ بین الاقوامی مروجہ اصول ہے کہ قومی پریس کو اشتہارات کے ستھرے اور

(باقی صفحہ

اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض اور ــــ تعلیم و تربیت کی اہمیت

پروفیسر قاری فیوض الرحمن ایم، اے

امام ابوبکر جصاص کا نقطۂ نظر

امام ابوبکر جصاص ؒ ان اقوال کو نقل کر کے فرماتے ہیں: وَ هٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ عَلَیْنَا تَعْلِیْمَ اَوْلَادِنَا وَ اَهْلِیْنَا الدِّیْنَ وَ الْخَیْرَ مَا لَا یُسْتَغْنٰی مِنَ الْاٰدَابِ وَ هُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی " وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا " ـــ یہ آیت اس بات کو بتاتی ہے کہ ہم لوگوں پر اپنی اولاد کی اور گھر والوں کی دینی تعلیم کا فریضہ عائد ہوتا ہے اور ان شرعی آداب اور اچھی باتوں کا بھی جن سے کوئی چارۂ کار نہیں اور یہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالے فرماتا ہے اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر خود بھی جمے رہو ـــ (احکام القرآن)

حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں (اِعْمَلُوْا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَ اتَّقُوْا مَعَاصِیَ اللّٰهِ وَ اْمُرُوْا اَهْلَكُمْ بِالذِّكْرِ یُنْجِیْكُمُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ) تم اللہ کی اطاعت پر عمل پیرا رہو، اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے رہو، اور اپنے اہل و عیال کو " ذکر اللہ " کا حکم دو کہ یہ چیز تمہارے لیے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ثابت ہو ـــ (تفسیر فتح القدیر ج ۵ صـ۲۴۲)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ؓ والدین کی نجات کے لیے اولاد کی دینی تعلیم کو نہایت ضروری سمجھتے تھے، جہاں خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے وہاں بال بچوں کو بچانا بھی ضروری ہے۔ اس کی شکل یہی ہے کہ ان کو دین کی تعلیم دی جائے اور ان کے ذہنوں اور دلوں میں دین کو راسخ و پیوست کیا جائے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس نے اس آیت کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا " اَدِّبُوْا اَهْلِیْكُمْ " اپنے بال بچوں کو علم و ادب سکھاؤ (تفسیر فتح القدیر)

حسنِ ادب سکھانے کا ثواب

یہاں اس حدیث کو پیش کر کے ہمیں بتانا یہ ہے کہ والدین کو اسلام نے اولاد کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بنایا ہے، ان کی عبادات و اخلاق کا بھی اور پاکیزہ معاشرت کا بھی، آپ ؐ نے فرمایا: لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (رواہ الترمذی)

(آدمی کا اپنی اولاد کو شریعت کے مطابق آداب کی تعلیم دلانا ایک صاع[۱] صدقہ کرنے سے بہتر ہے)

حضرت ملا علی قاری ؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں آداب سے شرعی آداب مراد ہیں اور خود عقل بھی یہی کہتی ہے " وَلَا شَكَّ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّاْدِیْبِ هٰهُنَا تَعْلِیْمُ الْاٰدَابِ الشَّرْعِیَّةِ وَ هٰذَا الْمَعْنٰی لَمُسْتَفَادٌ مِنَ الْاَدِلَّةِ الْقُرْاٰنِیَّةِ وَ الْحَدِیْثِیَّةِ " ـــ بلاشبہ اس حدیث نبوی میں تادیب سے مراد شرعی آداب ہیں، اور یہ معنیٰ قرآن و حدیث کے دلائل کے عین مطابق ہیں (مرقاۃ جلد ۴ صـ۶۹۴)

صدقات کے فضائل آپ ؐ سے بکثرت منقول ہیں، دنیاوی اعتبار سے بھی اور دینی اعتبار سے بھی، یہاں ایک جملہ میں آپ ؐ نے تادیب (ادب سکھانے) کی اہمیت اُجاگر فرما دی کہ وہ سارے فضائل جو صدقات کے سلسلہ میں تمہیں معلوم ہیں۔ علم و ادب کا درجہ ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ مالی صدقات سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ آدمی کی صحیح تربیت کی جائے کہ یہ چیز پائدار اور نتیجہ خیز ہے۔ کسی کی بھی زندگی سنوار دینا ایسا ہے کہ اس نے اس کی ایک نسل کو سنوار دیا، اور اپنی اولاد کی تربیت کا کیا کہنا کہ اس کی از روئے شریعت ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے اور بقول ملا علی قاری ؒ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جسے دوام و بقا حاصل ہے اور اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ اگر صدقہ نفلی ہے تو اس کا ترک کوئی جرم نہیں لیکن اگر اولاد کی دینی تعلیم و تربیت سے غفلت برتی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا مشکل ہے۔

ایک شخص کی دینی تربیت

طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْكَ رَجُلًا خَیْرٌ لَّكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ وَ غَرَبَتْ ـــ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت سے نوازیں تو یہ چیز بلاشبہ تمہارے لیے ساری کائنات سے بہتر ہے۔ (مرقاۃ) دینی تعلیم و تربیت کی فضیلت کا اندازہ لگائیے کہ آپ ؐ ایک شخص کی دینی تربیت و تعلیم کو پوری کائنات پر ترجیح دیتے ہیں، کیا اس کے بعد بھی دینی تعلیم و تربیت کا انکار جائز ہوگا؟

جب ایک غیر شخص کی دینی تعلیم و تربیت کی یہ اہمیت بیان کی گئی ہے تو اندازہ لگائیے کہ اپنے لختِ جگر کی تعلیم و تربیت کتاب و سنت کی روشنی میں کس قدر اہم ہوگی جس کی تعلیم و تربیت کا والدین پر بار رکھا گیا ہے اور عقلاً بھی ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اگر والدین کی غفلت و کوتاہی سے بچے دین اور دینی احکام سے دُور ہو گئے ہوں تو قرآن و سنت کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس جرم میں سب سے پہلے والدین ہی گرفتار ہوں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ (مرد اپنے گھر والوں کا محافظ و نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کی نگرانی کے متعلق سوال کیا جائے گا)

اور ماں کے متعلق ارشاد فرمایا وَالْمَرْاَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا وَ وَلَدِهٖ وَ هِیَ مَسْئُوْلَةٌ (اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی محافظ و نگران ہے اور اس سے اس کی زیر نگرانی رہنے والوں کے بارے میں باز پرس ہوگی)

اس حدیث میں کس یقین کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ مرد پورے گھر کا نگران ہے، اس کا فرض ہے کہ ہر ایک کی اس کے درجہ کے موافق دیکھ بھال رکھے،

(باقی صـ پر)

[۱] ایک پیمانہ ہے جس سے عرب ناپ تول کا کام لیتے تھے

رثاء

شیخ المشائخ امام المعقول
مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث بالجامعۃ الاشرفیۃ لاہور

بقلم الاستاذ العلام محمد موسیٰ الروحانی البازی المدرس بالجامعۃ الاشرفیۃ بلاہور

قِفا و انْدُبا اطلالَ دُورِ الاحِبّةِ   وقد اَقْفرتْ دهرًا لِرحلةِ رُحلةِ
وُسُومًا "باجریّان" ولاهور طالما   شَرِبنا بهارَیّا کئوسَ المحبةِ
قِفِی ناقتی فی "اجریان" ساعةً نَزُرْ   قُبورًا و فیها قبرُ شیخِ المشیخةِ
ضریحُ رسولِ خانَ روضٌ منوّرٌ   وقد غاب نجمُ العلمِ فی روضِ جنّةِ
اجلُّ الرزایا اَنْ یموتَ محدّثٌ   کشیخی رسولِ خانَ صاحبِ عظمةِ
ولو طفتَ کلَّ الارضِ لم ترَ مثلَه   حکیمًا کریمًا ذا ودادٍ و هیبةِ
فمالک یا قلبی تجوشُ من الشجا   وَقدکنتَ مشهورًا بشدّةِ قسوةِ
نعم کنتُ اعتقتُ العیونَ من البکا   وقد ردّه حُزنی علیکم و شجوتی
تملّکَ اَجفانی سهادٌ وجانبی   نأی من فراشٍ نفرةً بعد کربةِ
رحلتم فکم من اَنّةٍ بعد حنّةٍ   مُبیّنةٍ فی الارض حزنَ البریّةِ
حیاری غشتهم صاعقاتٌ و صیّبٌ   ورعدٌ و برقٌ ظلمةٌ فوق ظلمةِ
فاُفٍّ لدنیا لا یدومُ نعیمُها   ولا تؤمنن یومًا فجائعَ سطوةِ
وتضحکُ طورًا ثم تُبکیک تارةً   تُقلّبنا ظهرًا لبطنٍ کریشةِ
فمن لاحادیثِ النّبی یُلینُها   اِلانةَ داودَ الحدیدَ بسرعةِ
ومن لاشاراتِ ابنِ سینا یحلّها   ویظهر فیها نکتةً بعد نکتةِ
ومن لعطاشِ العلمِ یسقیهم کما   سقی المزنُ ارضًا میتةً بعد جدبةِ
ومن للحیاری کالحیاری یدُلّهم   سبیلَ الکرامِ السالفین بحجّةِ
ومن لاحادیثِ الرسول یذیعها   اذاعةَ شمسٍ نُورَها بعد دُجیةِ
فدرّسها دهرًا مدیدًا فاصبحت   تشعشع منها النّور فی کل خطةِ
ومن ذا الذی لم یستفد من ضیائه   ولکن قلیلٌ من یؤدی شکر نعمةِ
سما بشعارِ الصّالحین وهَدیهم   واعلی رسومَ الدین فی کلّ جلوةِ
له سیرةٌ مرضیةٌ و سریرةٌ   تضیئ بنورِ المصطفی نور سنةِ
فجودک موجودٌ وفضلک فائضٌ   وعلمک للراجین خیر سفینةِ
ذهبتم فابکیتم وذا حالُ کلِّ مَن   بکی خاشعًا للہ فی کلِّ خلوةِ
وفار بنی نحسٌ و فارق سعدُنا   وخالفنی جدّی وصارعَ شقوتی

ترجمہ

میرے رفیقو! ٹھہرو۔ دوستوں کے گھروں کے کھنڈرات پر نوحہ کریں جو مدّتِ طویل سے اجڑے پڑے ہیں استاذ العلماء کی جدائی کے سبب۔

(مولانا رسول خاں صاحب مرحوم کے) قصبہ "اچھڑیاں" اور "لاہور" میں وہ نشانہائے محفل ہیں جن میں ہم نے محبت خدا کے لبالب پُر پیالے نوش کیے تھے۔

اے میری ناقہ سفر! "اچھڑیاں" میں ذرا ایک ساعت ٹھہر تاکہ ان قبروں کی زیارت کریں جن میں ایک قبر شیخ المشائخ (مولانا محمد رسول خانؒ) کی ہے۔

مولانا رسول خاں کی قبر ایک روشن باغیچہ ہے اسی جنتی باغیچہ میں علم کا ایک روشن تارا ڈوب گیا۔

اسلام کے لیے سب سے بڑا المیہ بڑے محدث مولانا محمد رسول خاں مرحوم جیسے صاحبِ عظمت کی موت ہے۔

اگر ساری زمین کا چکر لگائیں تو اسکی نظیر نہ دیکھ سکوگے۔ دانا، عزت والا، جمال وجلال کا مجمع۔

اے میرے دل! کیا بات ہے غم کا اتنا جوش کیوں؟ جب کہ سخت قساوت میں تیری شہرت تھی

ہاں ہاں، میں نے آنکھوں کو آئندہ کے لیے پنجۂ غم سے آزاد کر دیا تھا۔ لیکن میرے شیخ آپ کے غم و اندوہ نے آنکھوں کو دوبارہ اسیرِ غم کر دیا۔

بے خوابی میری آنکھوں پر غالب ہوئی، اور میرا پہلو اس غم کے بعد بسترِ استراحت سے نفرت کرتے ہوئے دور رہتا ہے۔

آپ کی رحلت پر ہر طرف چیخ پکار زمین پر ساری مخلوق کے غم کی نشان دہی کرتی ہے۔

لوگ حیران ہیں ان کو آسمانی بجلیوں، طوفان بارش رعد و برق اور گھٹا ٹوپ تاریکی نے آگھیرا ہے۔

تُف ہو دنیا پر، اس کی کوئی نعمت دائمی نہیں، اور ہم ایک روز بھی اس کے خطرناک حملوں سے چین سے نہیں بیٹھ سکیں گے۔

یہ دنیا کبھی رلاتی ہے اور کبھی ہنساتی ہے۔ پرندے کے پَر کی طرح ہمیں اِدھر اُدھر اُلٹتی رہتی ہے۔

فیبکیک ارض مع سماءٍ والنجمُ ——— وبرٌّ و بحرٌ ثمّ حیتان لُجّةٍ
ویبکیک مشکوٰۃُ المصابیح بعدما ——— خلت من مصابیحٍ و انوار بھجۃٍ
اشیخ شیوخی من یعدّك میّتاً ——— وذکرك مسكٌ فاح فی کل حفلۃٍ
اشیخَ الشّیوخ اذھب فواللہ لم تمت ——— وھل مات من قد خاض فی بحر رحمۃٍ

اشیخ الشیوخ اذھب فنبکیك دائما
اذا اَقبلت شمسُ السّما او تولّت

اب کون ہے؟ کہ مشکل احادیث یوں آسان و نرم کرے جس طرح داؤد علیہ السلام لوہے کو جلدی سے نرم کر لیتے تھے۔

اب کون ہے؟ کہ ابن سینا کی کتاب "اشارات" کو حل کر کے اس میں نکتہ سنجی کرے۔

اَب کون ہے کہ تشنگان علم کو ایسا سیراب کرے جس طرح بادل مُردہ زمین کو خزاں کے بعد سیراب کرتا ہے

اب کون ہے کہ "حباری" پرندے کی طرح حیران و پریشان لوگوں کو دلائل سے سلف صالحین کا راستہ بتائے۔

اب کون ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی اشاعت کرے جس طرح آفتاب تاریکی کے بعد اپنی کرنیں بکھیرتا ہے۔

آپ نے مدّتِ مدید تک احادیث کا ایسا درس دیا جس سے نور علم و دین زمین کے چپہ چپہ میں چمکا۔

کون ہے جس نے آپ کی علمی ضیاء سے استفادہ نہیں کیا؟ لیکن افسوس کہ شکر گزار دنیا میں کم ہوتے ہیں۔

آپ نے بزرگوں کی سیرت و خصلت کو اپنایا اور ہر مجلس میں دینی احکام کو بلند کیا۔

آپ پسندیدہ سیرت اور نیک خیالات والے تھے جو نور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے روشن تھے

آپ کی علمی بارش سدا برستی رہے گی، آپ کا فضل جاری ہے، اور آپ کا علم امیدواران علم کے لیے بہترین سفینہ ہے۔

آپ رخصت ہوئے تو دنیا کو رُلایا، اور یہی حال ہر اس شخص کا ہوتا ہے جو خلوت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع کرتے ہوئے روتا ہو۔

آپ کے فراق سے گویا ہماری نحوست آئی اور سعادت رخصت ہوئی، میرا بخت مخالف ہوا اور بدبختی غالب ہوئی۔

سو زمین، آسمان، ستارے، بحر و بر اور سمندر کی مچھلیاں سب آپ پر ماتم کناں ہیں۔

احادیث کی درس گاہیں آپ پر روتی ہیں، کیونکہ آپ کے بعد وہ علمی چراغوں اور انوار سے خالی ہوئیں۔

اے شیخ المشائخ! آپکو مردہ کون خیال کر سکتا ہے، جبکہ آپ کا ذکرِ جمیل ہر محفل میں مشک کی مانند مہکتا ہے۔

اے استاذِ علماء! جانیے، واللہ آپ مرے نہیں کیا وہ شخص مردہ کہلا سکتا ہے، جو رحمتِ خدا کے سمندر میں جا گھسا ہو۔

اے استاذِ فضلاء، جانیے، ہم سدا آپ کے غم میں روئیں گے، آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت۔



"دوسروں کو دین کی دعوت اور ترغیب دینا بڑی عبادت ہے۔ کیونکہ عام لوگ اس کو عبادت نہیں سمجھتے اور اس میں اعلیٰ درجہ کا تعدیہ بھی ہے جو بھری عبادتوں میں خیر کا پہلو ہوتا ہے"۔

اللہ تعالےٰ سے جب کسی بندہ کو سچی محبت ہو جاتی ہے تو پھر یہی معاملہ اللہ پاک کے ساتھ ہو جاتا ہے کہ اس کی مرضیات بندہ کی مرضیات ہو جاتی ہیں اور جو باتیں اللہ کو ناپسند ہوتی ہیں بندہ کو بھی ان سے نفرت ہو جاتی ہے اور اس محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ ہے اسوۂ محمدی کا اتباع۔ (قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ)

میری حیثیت ایک عام مومن سے اونچی نہ سمجھی جائے۔ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے۔ میں جو کچھ کہوں اُس کو کتاب و سنت پر پیش کرکے اور خود غور و فکر کرکے اپنی ذمہ داری پر عمل کرو۔ میں تو بس مشورہ دیتا ہوں"۔ (حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ)

بقیہ: **شذرہ**

جائز اصولوں کی پابندی کرنی چاہیے۔ فحش اور اخلاق سے گرے ہوئے اشتہارات کے خلاف ہم نے خدام الدین کے ذریعہ اربابِ حکومت کو بارہا متوجہ کیا کہ وہ عریاں اور فحش اشتہارات پر پابندی عاید کریں کیونکہ اس سے پاکستان میں عریانی اور فحاشی کو فروغ ملتا ہے اور ہماری اسلامی تہذیب و معاشرت کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی نے اس اہم قومی اور دینی مسئلہ کی طرف توجہ دے کر فحش اور اخلاق سے گرے ہوئے اشتہارات کی اشاعت پر پابندی لگا دی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم وزیر اطلاعات کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ فحش اور اخلاق سے گرے ہوئے اشتہارات کا تعین بھی کر دینا چاہیے تاکہ بات صرف اصول تک نہ رہے بلکہ اس کی وضاحت کر دی جائے کہ فحش اشتہارات سے مراد کس نوعیت کے اشتہارات یا کس طرح کی پبلسٹی ہے؟ ہمیں توقع ہے کہ سینماؤں کے تمام تر اشتہارات خصوصاً عورتوں کے بھڑکیلے اور حیا سوز پوز تو ضرور اس زمرے میں شامل کیے جائیں گے۔

لیکن اگر یہ نہیں کیا جاتا تو ضابطۂ اخلاق کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور معاشرتی اصلاح کے لیے جو ادنےٰ کوشش کی گئی ہے اس پر پانی پھر جائے گا۔ وزیر اطلاعات کو یہ پہلو ہرگز نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

امانت — حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے تعلق رکھتی ہے
خیانت — کرنے والا خدا کی رحمت سے محروم رہتا ہے
دیانت — کے بغیر معاشرہ کی اصلاح ناممکن ہے

خطبہ جمعہ : جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ انفال آیت ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس کی امانتوں میں جان کر۔

اس آیت کریمہ میں امت مسلمہ کو ایک اخلاقی اصول کی تعلیم دی گئی ہے جو اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار کا حامل ہے۔ کیونکہ معاشرہ کی بہت سی خرابیاں اور برائیاں اس اصول کو نظرانداز کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اصول ہے امانت، جس کے ترک کو خیانت کہا جاتا ہے۔ اربابِ بصیرت اس کی ضرورت کو بخوبی جانتے ہیں۔ چنانچہ حکیم مطلق رب ذوالجلال نے اپنے آخری پیغام قرآن مجید میں اس کو وضاحت کے ساتھ متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ امانت کہتے ہیں بے خوف کر دینے کو۔ یعنی دوسرا اس سے بے خوف ہو جائیں۔ اس سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ باقی نہ رہے خواہ نقصان ظاہری ہو یا پوشیدہ۔ مال میں ہو یا جان میں۔ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح مندرجہ بالا آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا اور رسولؐ کی خیانت یہ ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ زبان سے اپنے کو مسلمان کہیں اور کام کفار کے کریں۔ یا جس کام پر خدا اور اس کے رسولؐ نے مامور کیا ہو اس میں دغل فصل کیا جائے یا مالِ غنیمت میں چوری کی جائے ___ بہرحال ان تمام امانتوں میں جو خدا و رسولؐ یا بندوں کی طرف سے تمہارے سپرد کی جائیں۔ خیانت سے بچو۔ اس میں ہر قسم کے حقوق اللہ و حقوق العباد آگئے۔"

امانتوں کے اہل

چونکہ امانت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا ترک چاہے مذہبی حقوق میں ہو یا دنیوی امور میں، ناپسندیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کی جائیں جو ان کے اہل ہوں۔ اس سے پورا معاشرہ اصلاح پذیر ہوگا۔ اور برائیاں از خود ختم ہو جائیں گی۔ کیونکہ اگر امانت کسی نااہل کے سپرد کی گئی تو ایک یہ سپرد کرنا بجائے خود خیانت ہے اور پھر اس پر مزید خیانت یہ ہوگی کہ نااہل اسے انجام نہ دے سکے گا۔ اور اس طرح سے وہ کام نامکمل رہ جائے گا۔

پس ہر کام میں خیانت سے بچنا ضروری ہے چاہے وہ مناصب اقتدار کی تقسیم ہو یا اہل مشاورت کی ترتیب و تخصیص ہو۔ آج ہمارے معاشرہ میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ کسی کام میں امانت کا دھیان تک نہیں۔ کنبہ پروری، اقربا نوازی، پارٹی بازی اور دوست بازی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ قابلیت اور اہلیت کو معیار نہیں مقرر کیا جاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دن بدن ترقی کے بجائے تنزل اور بلندی کے بجائے پستی میں جا رہے ہیں حالانکہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ (سورہ نساء آیت ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے۔ اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اسلامی نظامِ اخلاق اور امانت

اسلامی نظام اخلاق میں امانت کو نمایاں مقام حاصل ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خالق کائنات کو یہ عمل پسند ہے اور خیانت کو اللہ تعالیٰ اس قدر ناپسند فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝

(سورہ انفال پارہ ۱۰- آیت ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز۔

اور دوسری جگہ پر اس سے زیادہ پرزور الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ ایسے لوگ جو خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں سیدھی راہ اور اچھی باتیں سوجھتی ہی نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں اور جو خدا کی رہنمائی سے محروم ہو اس کا انجام کیا ہوگا سوائے ذلت و رسوائی کے؟ ___

وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ ہ
اور بے شک اللہ نہیں رہنمائی کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کی۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے ہی اس صفت کے ساتھ اس قدر متصف تھے کہ کفار عرب اور مشرکین مکہ آپؐ کو امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے اور انتہائی نازک مسائل میں آپؐ کو فیصل اور حَکَم بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپؐ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو کفار نے یہ کہا کہ ہم آپؐ کو امین سمجھتے ہیں مگر آپؐ کی بات ہمارے دل پر جمتی نہیں۔ اس اخلاق کا پاس آپؐ کو اس قدر تھا۔ کہ جب کفار مکہ کی اذیتوں سے مسلمان تنگ آ کر حکم الٰہی سے ہجرت کرنے لگے اور بالآخر سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مشیتِ ایزدی سے ہجرت کا پروگرام بنایا۔ تو اس وقت بھی کفار کی بہت سی امانتیں آپؐ کے پاس پڑی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپؐ نے شبِ ہجرت اپنے پیارے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم آج رات یہاں میرے بستر پر بسر کرو اور صبح یہ امانتیں ان لوگوں کے حوالے کر کے آ جانا۔ جنہوں نے ہمارے پاس رکھی ہیں — سبحان اللہ! کیا ہی شان ہے کہ دشمن جان کے درپے ہیں لیکن آپؐ کی امانت بدستور قائم ہے۔ اور آپؐ ان کی امانتوں کی حفاظت کا انتظام فرما رہے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنی امت کو اکثر و بیشتر خطبات میں اس کی اہمیت کا احساس دلایا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہے:

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ۔
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت انسؓ نے کہا — کہ — بہت کم ایسا ہوا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو بلکہ (اکثر و بیشتر آپؐ نے فرمایا) کہ ایمان نہیں اس شخص کا جس کے ہاں امانت نہیں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ایک حدیثِ پاک

عبد العزیز فطرتؔ

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

منقول انسؓ سے ہے یہ فرمانِ گرامی — ایماں میں وہ کامل ہیں وہ جو عشاقِ نبیؐ ہیں
ماں باپ سے اولاد سے سب خلقِ خدا سے — محبوب زیادہ جنہیں شاہِ عربیؐ ہیں

حضرتؐ کو خبر تھی کہ کسی وقت مسلماں — دنیا کی روش پر کہیں بے راہ نہ ہو جائیں
ایماں کے تقاضے نظر انداز نہ کر دیں — آبا کا اثر ہے کے خرافات میں کھو جائیں
بچوں کی محبت جو ہو ایمان پہ غالب — اسلام پہ مٹنے کا سبق بھول کے سو جائیں

یا اور کسی رنگ میں وہ ہم سے الگ ہوں — اسلام اور اسلام کی فطرت کو بھلا دیں
گو ان کے لیے جسم ہو مذہب کا ضروری — غافل رہیں اور روحِ حقیقت کو بھلا دیں
محبوبِ خدا، سرورِ عالم، شہِ کونین — سرکارِ زمن، ختمِ رسالت کو بھلا دیں
ایسا نہ ہو ایمان رہیں تشنۂ تکمیل — مسلم نہ کہیں وجہِ شفاعت کو بھلا دیں

مطلوب رہِ دیں میں جو ہو جان کسی کی — یہ رشتے نہ ہوں ان کے لیے پاؤں کی زنجیر
سرتاجِ دو عالمؐ کی محبت کا تقاضا — ہو بہرِ جہاد ان کے لیے نعرۂ تکبیر
ماں باپ نہ اولاد کے رشتے سے رکیں وہ — ہو جذبۂ شوق ان کا حریفِ دمِ شمشیر
"ایمانِ مکمل" سے یہ مطلب تھا کہ مسلم — ارشاد و ادائے نبویؐ کے رہیں نخچیر
اس نام پہ مر مٹنے کی سینے میں تڑپ ہو — جاں دے کے کریں آیۂ ایمان کی تفسیر

لیکن ہے قیامت کہ زمانے کی روش پر — مسلم نے بھلائے ہیں محبت کے قرینے
مغرب کی ہوائیں ہوئیں غارت گرِ ایماں — ہیں کفر کی لہروں میں رواں دیں کے سفینے
دنیاوی علائق کی محبت کا یہ عالم — کیا حکم دیے تھے ہمیں مسلم کو نبیؐ نے

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی



مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے

افکار و خیالات مولانا عبید اللہ سندھیؒ

تعارف افکار و خیالات ❀ مولانا عبید اللہ سندھیؒ ❀ میری علمی تحقیقات کا مرکز

❀ سیاحت روس ❀ سوشلزم کا مطالعہ ❀ امام ولی اللہ کا فلسفہ ❀ میرا علمی مشغلہ ❀ امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا مدرسہ

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۸۷۲ - ۱۹۴۴)

اس دور میں اسلام کی انقلابیت کے داعی تھے. انہوں نے خاص طور پر اس کے لیے امام ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی فکر کو قبول کیا تھا. جس کی تشریح اور نشر و اشاعت ان کا محبوب مشغلہ رہا. ان کا مقصد یہ تھا کہ اس فکر و فلسفے کو موجودہ دور میں اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے بنیاد بنایا جائے اور اس طرح ایک مثالی نظام قائم کر کے اسلام کی برتری ثابت کی جائے. حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے صادقانہ اور عادلانہ فکر کے سامنے دنیا کے تمام فلسفے، خواہ اُن کا تعلق اشتراکی فلسفوں سے ہو یا غیر اشتراکی فلسفوں سے، عام انسانوں کی بہبود کے نقطۂ نگاہ سے غیر مفید ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار و خیالات اصل میں حکمت ولی اللّٰہی کی تشریح کرتے ہوئے اسلام کے انقلابی فکر ہی کی ترجمانی کرتے ہیں. اُن کی اپنی انقلابی زندگی اسی فکر پر مرکوز رہی. اور وہ یہی چاہتے تھے کہ نوجوان اس فکر سے روشناس ہو جائیں تاکہ وہ آزادی حاصل کرنے کے بعد اسلام کا نظام قائم کر کے دنیا کو اس کا نمونہ دکھا سکیں. ان کی یہی خواہش بالآخر انہیں زندگی کے آخری ایام میں حجاز مقدس سے واپس وطن لائی اور وہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو ساحل کراچی پر اترے پانچ برس تک اس فکر کی اشاعت کرتے رہے. آخر ۱۵ مارچ ۱۹۴۴ء کو اس انقلابی فکر کی نشر و اشاعت اور اس کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک سوسائٹی بنام "ولی اللہ سوسائٹی لاہور" قائم کی. اور ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء کو آپ اس دارِ فانی سے رخصت فرما گئے.

مولانا عبید اللہ سندھی سارے برعظیم میں پھرتے رہے. کراچی، لاہور، دہلی، مدراس، کلکتہ میں اکثر آتے جاتے رہے. اور اپنی آواز بلند کرتے رہے. اس کے علاوہ انہوں نے کئی مقالات لکھے. اپنے افکار قلمبند کرائے. خاص طور پر پروفیسر محمد سرور صاحب نے اُن کی زندگی ہی میں اُن کے حالات اور ان کی تعلیمات پر ایک قابل قدر کتاب شائع کی. ان کے ایک دوسرے شاگرد رشید شیخ بشیر احمد بی اے لودیانوی، نے اُن سے حاصل کردہ سورہ مزمل و مدثر کی تفسیر بنام قرآنی دستور انقلاب شائع کی اس طرح پروفیسر محمد سرور صاحب کے ادارے سندھ ساگر اکادمی لاہور اور شیخ بشیر احمد بی اے کے ادارے مکتبہ بیت الحکمت، ولی اللہ سوسائٹی لاہور کی طرف سے متعدد کتابیں شائع ہوئیں. ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات پھر بھی اُن کے فکر سے ناآشنا رہے ہوں اور ان کی بات اَن سنی رہ گئی ہو لیکن یقین کیجیے کہ ان کی بات "ان کہی" نہیں رہی. ان کے پورے افکار و خیالات ان کے مسترشدین کے پاس محفوظ ہیں اور حسبِ استطاعت اشاعت کرتے رہتے ہیں راقم الحروف کی زندگی کا مقصد بھی انہی افکار و خیالات کی اشاعت ہے اور اسی سلسلے میں یہ سطور پیش کی جا رہی ہیں

"مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کا یہ پیغام زندگی کی آنی جانی چیز نہیں. بے شک وہ ہم میں نہیں رہے. لیکن ان کا پیغام ہمارے وطن کی فضاؤں میں برابر گونجتا رہے گا. اور آج نہیں تو کل زمانے کے تقاضے مجبور کر دیں گے کہ ہم ادھر کو چلیں جس طرف کی راہ حضرت مولانا مرحوم ہمیں دکھا گئے ہیں."

(پروفیسر محمد سرور۔ خطبات و مقالات ص۵)

اس غرض سے مولانا سندھیؒ کے افکار و خیالات کا یہ سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ اہل علم اور عوام سب اُن کے افکار سے آگاہ ہوں. اور اپنی راہِ عمل درست کریں.

میری علمی تحقیقات کا مرکز

"اللہ کی رحمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ جس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، یہ ہے کہ فقہ و حدیث کی تحقیق سے تطبیق میں اور ایسا ہی قرآن عظیم کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دیوبندی سے شروع کر کے امام ولی اللہ دہلویؒ تک سلسلہ علماء میرا رہبر بنا. اور میں نے ان کو اپنا امام بنا لیا. مجھے اپنی علمی اور سیاسی ترقی میں اس سلسلہ سے باہر کسی کی ضرورت پیش نہیں آئی. اس سے میری تمام کوششیں اصولی طور پر منظم ہو گئیں اور میں اسلام کی فلاسفی سمجھنے کے قابل ہو گیا" (خطبات و مقالات ص۔)

سیاحت روس

"۱۹۲۲ء میں ترکی جانا ہوا. سات مہینے ماسکو میں رہا. سوشلزم کا مطالعہ اپنے نوجوان رفیقوں کی مدد سے کرتا رہا. چونکہ نیشنل کانگرس سے تعلق سرکاری طور پر ثابت ہو چکا تھا. اس لیے سوویت روس نے اپنا معزز مہمان بنایا اور مطالعہ کے لیے ہر قسم سہولتیں بہم پہنچائیں. (یہ غلط ہے کہ میں لینن سے ملا. کامریڈ لینن اس وقت ایسا بیمار تھا کہ اپنے قریبی دوستوں کو بھی نہیں پہچان سکتا تھا.)

میرے اس مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ کے فلسفہ کی ایک شاخ ہے، اس زمانہ کے لادینی حملہ سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوا." (خطبات و مقالات ص۔)

میرا علمی مشغلہ

"میں تقریباً تیرہ چودہ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بنظرِ عمیق مطالعہ کرتا رہا. تفسیر قرآن میں جس قدر مقامات میرے لیے مشکل تھے، اس زمانہ میں انہیں امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر بالاطمینان حل کر لیا. جو لوگ میری طرح امام ولی اللہ دہلوی کو نہیں مان سکتے ان کو مطمئن کرنے کا دعوےٰ میں نہیں کر سکتا. لیکن مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابل عمل تعلیم کا ایک اعلیٰ نصاب نظر آیا. اس میں اس تجلی ریز مقدس مقام کی

(باقی ص۔ پر)

اسلامی نظامِ حیات میں توحید کی اہمیت

از: پروفیسر حافظ عبد المجید ــ ایم، ایس، سی - ایم، اے

ــہ یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لاالٰہ الا اللہ!
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لاالٰہ الا اللہ!

لا الٰہ الّا اللہ ــ یعنی اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی الٰہ و معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ــ نفع و نقصان، عزّت و ذلّت، بیماری و صحت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمام کائنات کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔

یہی وہ نعرۂ توحید ہے جو ابتدائے آفرینش سے مختلف انبیاءِ کرام کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصّوں میں گونجتا رہا۔ حضرت نوحؑ ہوں یا حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ ہوں یا حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ ہوں یا حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ ہوں یا حضرت عیسیٰؑ سب نے اپنی اپنی قوم کو اسی عقیدۂ توحید کی طرف دعوت دی۔ اور سب سے آخر میں توحید کا یہی نعرہ فاران کی چوٹیوں پر سے گونجا۔ اس سے پہلے توحید کی بلند ہونے والی ہر آواز صرف ایک قوم، ایک ملک یا دنیا کے کسی ایک گوشہ تک محدود رہتی تھی لیکن کوہِ فاران سے بلند ہونے والے اس نغمۂ توحید میں تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کا عزم تھا اور پیغمبرِ اسلام علیہ السلام نے کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے باشندوں کو نہیں بلکہ پوری انسانیت کو خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تُفْلِحُوْا (اے افرادِ انسانیت! اس بات کا اقرار کر لو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کامیاب ہو جاؤ گے)

پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس اعلانِ توحید سے انسانیت کو وہ دین اور زندگی بسر کرنے کا وہ ضابطہ عطا ہوا جس میں خدائے قدوس کی حاکمیت و الوہیت کا اقرار ہے۔ اور ہر ہر عمل میں خداوندِ قدوس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اعلان ہے۔ اس دینِ اکمل نے بھٹکے ہوئے انسانوں کو یہ سکھایا کہ تم مختلف مظاہرِ قدرت، پتھر کے بنے ہوئے بتوں، اللہ کے مقرب بندوں اور خواہشاتِ نفسانی کے معبودوں کی عبادت و بندگی چھوڑ کر صرف اس کی عبادت و بندگی اختیار کرو جو ہر چیز کا خالق و مالک، رازق اور پروردگار ہے۔ تم نے مال و دولت، زر، زمین اور دوسری مادی چیزوں کو مقصدِ زندگی بنا لیا ہے لیکن تمہارے پروردگار نے تو تمہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ تم اپنے خالق و مالک کی عبادت کا حق ادا کرو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ــ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

توحید کے اس اعلان اور ظہورِ اسلام کے ساتھ دنیا ایک نئے نظامِ حیات سے روشناس ہوئی جو دنیا کے تمام دوسرے نظاموں سے مختلف ہے۔ اس نظام میں برتری اور بالادستی صرف اللہ تعالےٰ کے احکامات کو حاصل ہے۔ دوسرے تمام نظامِ حیات انسانی عقل کا کرشمہ ہیں۔ انسانی عقل خواہ کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو خدائے تعالیٰ کی عقلِ کامل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ اس لیے انسان کا مرتب کردہ نظامِ حیات خواہ وہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو احکم الحاکمین کے ترتیب دادہ نظامِ حیات ــ اسلام ــ کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

توحید اسلامی نظامِ حیات کی روح اور جان ہے۔ توحید اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ عقیدۂ توحید کے بغیر اسلامی نظامِ حیات جسدِ بے روح سے بڑھ کر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظامِ حیات کے دستور قرآن کریم میں سب سے زیادہ زور توحید پر ہی صرف کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اعلان کیا ہے کہ توحید کا اقرار کیے بغیر کوئی شخص فلاح و نجات سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ جو شخص توحید کا اقرار نہیں کرتا وہ مشرک ہے اور شرک ایسا گناہ ہے جو کسی صورت میں معاف نہیں ہو سکتا۔

اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

ترجمہ: اللہ تعالےٰ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دیتا ہے۔

حقیقتِ توحید اسلامی نظامِ حیات توحید کے جس عقیدہ کی دعوت دیتا ہے اس میں مندرجہ ذیل امور پیشِ نظر رکھنے ضروری ہیں:۔

۱- توحید فی الذات یعنی اللہ ایک ہے اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ وہ کسی سے نکلا نہ اس سے کوئی نکلا۔

۲- توحید فی الصفات اللہ تعالےٰ اپنی صفات میں لاشریک ہے۔ اس کی کسی صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

۳- توحید فی العبادت یعنی عبادت اور بندگی جو انتہائے محبت اور انتہائے عجز و انکساری کا مجموعہ ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے زیبا ہے۔

۴- توحید فی الاستعانت یعنی ظاہری اسباب کے بغیر ہر قسم کی مدد اللہ سے مانگی جائے۔ کیوں کہ اللہ کے سوا نفع و نقصان کا کسی کو اختیار ہی نہیں۔

۵- توحید عملی اسلامی نظامِ حیات کے پیروکار کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سے توحید کی گواہی دے اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالےٰ کو حقیقی بادشاہ اور اپنے آپ کو اس کا عبد اور بندہ سمجھتا رہے۔ اس کے ہر حکم کو برحق، ہر فرمان کو قابلِ اطاعت اور ہر ارشاد کو واجب التعمیل سمجھے۔ دنیا کا جو قانون، جو دستور، جو رسم و رواج اور دل کی جو خواہش اللہ تعالےٰ کے حکم سے ٹکراتی ہو اسے ٹھکرا دے ــ

ناقابلِ قبول سمجھے اور یہ یقین رکھے کہ ہر ایسے دستور و قانون، رسم و رواج اور ہوس و خواہش میں میرے لیے ہلاکت کا سامان پنہاں ہے۔

۶- اسلامی نظامِ حیات کے پیروکار کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا ہر چیز کا خوف نکل جائے۔ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ساری دنیا سے بھی جنگ کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

عقیدۂ توحید کے اثرات

۱- عقیدۂ توحید نے انسان کو دوسرے تمام معبودوں سے خلاصی دلا کر اسے صرف ایک اللہ کا عبد بنایا۔ توحید کے اقرار سے پہلے انسان نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو معبود بنا رکھا تھا۔ بے جان پتھر اس کے معبود تھے۔ درخت، سورج، چاند، ستارے، فرشتے اور نبی اس کے معبود تھے۔ دیگر مظاہرِ قدرت کو اس نے معبود بنا رکھا تھا۔ توحید نے اسے صرف اللہ کی بندگی کا سبق پڑھایا اور اسے تعلیم دی کہ کائنات کی دوسری تمام چیزوں کو تیری خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے لیکن تیری زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یہ سبق سیکھ کر انسان اپنے اندر خود اعتمادی کی ایک عجیب کیفیت محسوس کرتا ہے اور کائنات کو مسخر کر کے اسے اپنا خادم بنانے کی سعی و کوشش کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کی عبادت سے غفلت نہیں کرتا۔

۲- عقیدۂ توحید انسان کے دل سے کائنات کی تمام چیزوں کا خوف نکال کر اس میں خدائے تعالیٰ کا خوف بھر دیتا ہے۔ اس عقیدہ کا حامل انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو خداوندِ جلّ و علیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ اس طرح عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔ دنیا میں امن اور چین وجود پذیر ہوتا ہے اور سماجی برائیاں ختم ہوتی ہیں۔

۳- عقیدۂ توحید نے یہ تعلیم دی کہ حاکم اور بادشاہ صرف اللہ ہے۔ اس لیے کوئی انسان کسی انسان پر حاکمیت اور بادشاہی کا حق نہیں رکھتا۔ اس طرح توحید نے انسانیت کو سچی آزادی کا سبق سکھلایا۔

۴- عقیدۂ توحید نے انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت ختم کر دی اور چونکہ اللہ کی مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔ اس لیے نسل اور خاندان کا غرور بالکل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس طرح عقیدۂ توحید کی بدولت انسانیت کو سچی مساوات کی دولت نصیب ہوئی۔

۵- عقیدۂ توحید نے انسانیت کو انسانوں کے بنائے ہوئے قانون چھوڑ کر خداوندِ قدوس کے قوانین کی اطاعت کا حکم دیا۔ خداوند تعالیٰ عادل اور انصاف پسند ہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے اور انسانیت کا ایک ایک فرد ان کے نزدیک برابر ہے۔ اس لیے ان کے مقرر کیے ہوئے قوانین میں انسانیت کے ہر فرد کے ساتھ انصاف روا رکھا گیا ہے اور ان پر عمل کرنے سے ظلم و بے انصافی کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

۶- عقیدۂ توحید کی بدولت اسلامی نظام حیات نے دنیا کو ایک نئے نظامِ حکومت سے روشناس کرایا۔ جو دنیا کے تمام مروجہ نظاموں سے مختلف ہے۔ اس نظامِ حکومت میں حکومت و بادشاہی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تسلیم کیا گیا ہے اور حاکم یا امیر کی حیثیت خدائے تعالیٰ کے نائب کی ہوتی ہے اور اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اسلامی نظامِ حیات کے الٰہی قوانین کو ملک میں نافذ کرے۔ قانون بنانا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ قانون تو قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے۔ امیر کا فریضہ یہ ہے کہ وہ قرآنی قوانین کو عملاً رائج کرے۔ اس نظام میں قانون سازی کا حق اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ نہ کسی فرد کو، نہ کسی پارٹی کو، نہ اکثریت کو نہ اقلیت کو۔ نیز اس نظام میں امیر کا انتخاب کثرت رائے کی بجائے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ قابلِ عزت وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو) کے اصول پر ہوتا ہے اور امیر کا انتخاب لڑنے کا حق صرف اس شخص کو دیا جاتا ہے جو اسلامی نظامِ حیات کے تمام تقاضے پورا کرنے والا ہو اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

۷- تمام اچھے اخلاق و اوصاف محض عقیدۂ توحید کی پختگی سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔

۸- عقیدہ توحید ملت کی وحدت و تنظیم کی بنیاد ہے۔ یہ عقیدہ فکر و عمل کی وحدت عطا کرتا ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ سب کے سب متحد ہو کر فسق و فجور اور طغیان و کفر کے حملوں کا مقابلہ کریں۔

۹- یہ عقیدہ جرأت و شجاعت کا سرچشمہ ہے اس عقیدہ کی بدولت انسان کو یہ یقین عطا ہوتا ہے کہ اگرچہ مادی اسباب و وسائل بھی ضروری ہیں لیکن فتح و شکست کا دار و مدار نہ قلت و کثرت پر ہے اور نہ مادی وسائل کی کمی بیشی پر بلکہ کامیابی اور ناکامی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ یہی وہ عقیدہ اور جذبہ ہے جس کی بدولت سینکڑوں بار مسلمانوں نے اپنے سے کئی گنا اور کہیں زیادہ بہتر طور پر مسلح فوجوں کو شکست دی ہے۔

۱۰- عقیدۂ توحید نے انسان کو یہ سبق سکھایا کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے جب رنج و غم اور مصائب و آلام اس کو گھیر لیتے ہیں تو وہ اس حالت میں انتہائی صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس طرح عقیدۂ توحید کی پختگی انسانی مصائب و آلام کو نہ صرف کم کر دیتی ہے بلکہ کالعدم کر دیتی ہے اور اس حالت میں بھی ایک موحد کو وہ سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے جو توحید کے منکروں اور خدا کے نافرمانوں کو انتہائی نعمتوں اور راحتوں میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔

الغرض عقیدۂ توحید اسلامی نظام حیات میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے۔

یعنی توحید کے بغیر ایمان کا قیام ناممکن ہے۔ اگر اسلام کو ایک درخت سے تشبیہ دی جائے تو اس میں توحید کی حیثیت درخت کی جڑ اور تنے کی ہے۔ اور اسلام کے دوسرے ارکان کی حیثیت درخت کی ٹہنیوں اور پتوں کی ہے۔ جس طرح کوئی درخت جڑ اور تنے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کے بغیر ٹہنیوں اور پتوں کی زندگی ناممکنات میں سے ہے اسی طرح توحید کے بغیر اسلامی نظامِ حیات کا وجود بھی خیالِ خام سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ؎

ملتِ بیضا تن و جاں لا الٰہ
سازِ مارا پردہ گرداں لا الٰہ
لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما
رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما
حرفش از لب چوں بدل آید ہمے
زندگی را قوت افزاید ہمے

بشریت و نبوت اور توحیدِ ربوبیت

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۶ - آیت ۷۹ - ۸۰)

ترجمہ: جس بشر کو اللہ تعالےٰ کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرماتے ہیں۔ اس کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ لیکن (نبی کا یہ کام ہے کہ) وہ یوں کہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ جس طرح تم کتاب سکھلاتے اور خود بھی پڑھتے تھے۔ اور نہ (نبی کا یہ کام ہے کہ) وہ (یہ) حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو۔ کیا وہ تمہیں کفر سکھلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

فائدہ: اس آیت میں مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:۔

۱۔ انبیاء بشر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بشر کو کتاب حکمت اور نبوت نہیں دیتے بلکہ یہ فرمایا کہ جس بشر کو ہم کتاب و حکمت اور نبوت دیں اس کو یہ مناسب نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنا بندہ بنائے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کی بشریت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ سب انبیاء ذات کے لحاظ سے بشر ہیں۔

۲۔ لیکن بشر ہونے کے باوجود نبی عام انسانوں کے برابر نہیں کیونکہ نبی کو کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی جاتی ہے۔

۳۔ کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنا عبد بنائے۔ بلکہ انبیاء کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ سب کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اللہ کے بندے اور عبد بن جاؤ۔

۴۔ عبدیت کی نسبت صرف خدا کے ساتھ ہونی چاہیے۔ یعنی اپنے آپ کو صرف خدا کا عبد کہنا چاہیئے نہ کہ کسی اور کا۔ اس طرح عبد المصطفٰے اور عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا بھی صحیح نہیں۔

۵۔ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے منع فرمایا گیا۔ رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی صفات میں کسی اور کو شریک کرنا۔ اللہ کے حقوق و اختیارات کسی اور میں تسلیم کرنا، گویا نبیوں اور فرشتوں کو اللہ کی صفات میں شریک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اللہ کے حقوق و اختیارات فرشتوں اور نبیوں میں ماننے سے روکا گیا ہے۔

۶۔ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے کو کفر فرمایا گیا ——— معلوم ہوا کہ صرف بتوں کو پوجنا ہی کفر اور شرک نہیں۔ بلکہ نبیوں اور فرشتوں کو خدا کی صفات میں شریک کرنا بھی کفر اور شرک ہے اور قرآن کریم میں جہاں کہیں من دون اللہ کی عبادت اور استعانت سے منع کیا گیا ہے تو من دون اللہ سے مراد صرف بُت نہیں بلکہ من دون اللہ میں فرشتے، نبی اور ہر وہ مخلوق بھی داخل ہے جس کو خدا کی صفات میں شریک کیا جائے۔

۷۔ نبی کو صرف کتاب نہیں دی جاتی بلکہ حکمت بھی دی جاتی ہے۔ حکمت کیا ہے؟ اس کتاب کی تشریح و توضیح۔ نبی معلم کتاب بھی ہے۔ نبی کے ذمہ صرف یہ نہیں کہ لوگوں تک کتاب پہنچا دے۔ جس طرح کہ ڈاکیہ لوگوں تک ڈاک پہنچا جاتا ہے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ خط میں لکھا کیا ہے؟ اور کیا خط وصول کرنے والا اس خط کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اس کے برعکس نبی کا کام لوگوں تک کتاب پہنچانا بھی ہے۔ اور لوگوں کو یہ کتاب سکھلانا بھی۔ اور نبی اس کام کی جو تشریح و توضیح کرے گا اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی امت پر فرض ہوگا۔ اور جب تک اس نبی کا دورِ نبوت جاری رہے گا یہ تشریح و توضیح بھی قابلِ عمل رہے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کا دورِ نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔ اس لیے آپ نے قرآن کی جو تشریح و تفسیر کی ہے اور جو عملی نمونہ پیش فرمایا وہ قیامت تک کے لیے حجت ہے۔ آپ کا ہر قول اور ہر عمل قیامت تک کے لیے حجت ہے۔ آپ کے تمام فیصلے، تمام ارشادات، تمام اقوال و افعال ہر دور میں ہر ایک کے لیے قابلِ اتباع ہیں۔ جو آپ کے طریقہ یعنی سنتِ رسولؐ سے منہ موڑے گا اس کے لیے بہت سخت وعید ہے۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

اور جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں خیانت کو آپؐ نے نفاق کی علامت فرمایا ہے

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں یہ پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک خصلت پائی جائے تو ایک خصلت نفاق کی اس میں پائی جائے گی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو ایفا نہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ دے۔

اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اسلامی اخلاق د

حافظ محمد امین خطیب سنٹرل پارک واہ کینٹ

چار ہزار سال قبل وادی فاران سے نمودار ہونے والا حیات آفرین پانی

زمزم — ذبیح اللہ کا چشمۂ فیض و برکت

پروردگار عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اس نوع کی کی تخلیق سے قبل ہی اس کی خلافت کا فرمان بارگاہ صمدیت سے جاری ہوا۔ اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے ارشاد ربانی سے اس کی برتری کا اعلان ہوا۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ سے جہاں اس کو تکریم کا تاج پہنایا گیا۔ وہاں عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ سے اس کو علمی فضیلت سے بھی نوازا گیا۔ الغرض اس کرۂ ارضی پر انسان کو خلیفۃ اللہ ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ یہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کی جسمانی ضروریات کو زمین میں پیدا فرمایا۔ اور اس کی روحانی تربیت کے آسمانی ہدایات کا سلسلہ جاری کیا۔ انبیا علیہم السلام کی وساطت سے ہدایات ربانی دنیائے انسانی تک پہنچتی رہیں۔ انسانی شعور میں جونہی پختگی آئی اللہ کریم نے نبی نوع انسان کو ایک جامع ضابطہ زندگی مرحمت کیا۔ یہ ضابطہ حیات اور دستور العمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دیا گیا۔

انسانی شعور کی پختگی اس امر کی متقاضی تھی کہ عالم انسانیت کو ایک جامع لائحہ عمل دیا جائے۔ تاکہ وہ جغرافیائی حدود سے کنارہ کش ہو کر اور نسلی امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر فلاح و فوز کے راستے پہ گامزن ہو سکے۔ چنانچہ اس کرہ زمین کے عین وسط مکہ مکرمہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔ آپ کو رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کے خطابات عطا ہوئے۔ اور آپ کو جو نسخہ کیمیا مرحمت ہوا۔ اس کو ذکر للعالمین کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سر زمین مکہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام سے خصوصی نسبت ہے۔ یہیں وہ مرکز ہدایت کعبہ ہے۔ جس کی تعمیر کیلئے انہی دو نبیوں کو مامور کیا گیا۔ اس فریضہ کو انہوں نے بطریق احسن سر انجام دیا۔ آج بھی مقام ابراہیم چار ہزار برس پہلے کے واقعہ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ اس کعبہ کی تعمیر جدید میں اڑھائی ہزار برس بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انوکھا کارنامہ سر انجام دیا جو آپؐ کی فراست اور قوت فیصلہ پہ ناطق صادق ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوا، کہ حضور کی بعثت سے چند سال قبل سیلاب کی وجہ سے کعبہ شریف کو سخت نقصان پہنچا۔ اہل مکہ نے اس کی تعمیر جدید کا فیصلہ کیا اور کام شروع ہو گیا حجر اسود کی تنصیب پر ایک شدید نزاع پیدا ہو گئی۔ کام رک گیا۔ کیونکہ اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال ان کے پیش نظر تھا اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے۔ مگر ایک معمر ترین بزرگ کی بروقت مداخلت سے دوسرے دن تک نزاع موقوف کر دی گئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص دوسرے دن سب سے پہلے کعبہ شریف میں داخل ہو اس کا حکم مان لیا جائے۔ اور اس کے فیصلہ کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ خداوند عالم نے یہ اعزاز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدر کر رکھا تھا چنانچہ کعبہ شریف میں سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر رؤسائے مکہ پکار اٹھے کہ آپ الصادق اور الامین ہیں ان کا جو بھی فیصلہ ہو گا ہم اسے بلا پس و پیش منظور کریں گے۔ حضورؐ نے اپنی چادر مبارک بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور تمام رؤسائے مکہ کو بلا کر چادر کو مختلف اطراف سے پکڑ کر بلند کرنے کی ہدایت فرمائی اور حجر اسود کو حضرت محمد صلعم نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا۔ اس دانشمندانہ حکمت اور مدبرانہ فراست کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمام شرفائے مکہ تنصیب حجر اسود میں اپنے آپ کو شریک سمجھنے لگے اور اس طرح فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو گیا اور امن و امان کی فضا قائم ہو گئی۔

انسانی زندگی کے لئے جن چیزوں کی اشد ضرورت ہے ان میں پانی اور ہوا کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہوا کے بغیر کچھ وقت کے لئے اور پانی کے بغیر چند دنوں تک زندہ رہنا ناممکن ہے خداوند کریم نے ان دونوں چیزوں کو کثرت سے دنیا میں پھیلایا ہے اور سب سے بڑھ کر احسان خداوندی یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں جو انسانی زندگی کیلئے انتہائی ضروری ہیں بغیر کسی محنت شاقہ اور بلا کسی قیمت کے وافر مقدار میں میسر ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کی سورہ نور کی آیت ۴۵ میں ارشاد ربانی ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور سورہ الانبیاء کی آیت ۳۰ میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ یعنی ہم نے ہر جاندار کو پانی سے زندہ رکھا۔ خلاصۃً یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ انسانی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے پانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اس سائنسی تحقیقات کے دور میں نت نئے انکشافات ہو رہے ہیں، اور آئے دن کی تحقیقات، حقائق ماسبق کو غلط قرار دے رہی ہیں۔ اگر ماضی کے کسی حکیم زمانہ کی تحقیق کو ٹھکرایا جا سکتا ہے۔ کہ پانی عنصر نہیں بلکہ مرکب ہے۔ تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ آج کی تحقیق کل غلط ثابت کی جائے۔ لیکن جس پہ آج تک مکمل اتفاق پایا گیا وہ ہے انسانی زندگی کے لئے پانی کی بنیادی ضرورت و اہمیت۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی پانی ہے اپنی اصل کے لحاظ سے یکساں ہے۔ خالص ہونے کی شکل میں پانی بے رنگ و بو اور بے مزہ ہوتا ہے مگر زمین کے اثرات اس کے ذائقے اور تاثیر پہ اثر انداز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض جگہوں پہ پانی کے خواص دوسری جگہ کے پانی سے مختلف ہوتے ہیں۔

چار ہزار سال قبل فاران کی اس وادی میں ایک پانی نمودار ہوا جس وادی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان میں وادی غیر ذی زرع یعنی بے آب و گیاہ کہا گیا ہے۔ یہ پانی اپنی حیات آفرینی اور نشو و نما میں دنیا کے تمام پانیوں پر سبقت لے گیا اور اس کی روحانی نسبت اس پر مستزاد ہے۔ بیت اللہ شریف سے تقریباً چالیس ہاتھ پہ مقام ابراہیم کے نزدیک زمزم کا مشہور اور متبرک کنواں ہے۔ جس کا پانی انسان کی جسمانی نشو و نما میں جتنا منفرد ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر روحانی برکات کا حامل ہے۔ یہ چشمہ فیض حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیائے انسانی کی امامت پر فائز ہونے کے لئے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ان میں سے ایک کا تعلق چاہ زمزم کے ظہور سے بھی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اللہ سے اس طرح دعا مانگی رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ اے میرے رب مجھے نیکو کار اور صالح اولاد عطا فرما۔ اس دعا کی قبولیت کی بشارت ان الفاظ میں دی گئی۔ ارشاد ربانی ہے۔ فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بچے کی خوشخبری بہم پہنچائی۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، اور ان کی پیدائش کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک کڑے امتحان میں ڈال دیئے گئے۔ حضرت

سارہ کے اصرار پر اور اپنے رب کی رضا جوئی کی خاطر بچے اور اس کی ماں بے آب و گیاہ وادی میں لے گئے جہاں خوراک تو درکنار پانی بھی میسر نہیں تھا۔ اشارہ غیبی پا کر حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو اس مقام پر چھوڑا جہاں آج چاہ زم زم ہے۔ اور اس کے قریب صفا و مروہ وہی دو چھوٹے جیسے پہاڑ ہیں۔ جہاں حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں۔ اور جن کی تقلید میں آج تک مسلمانانِ عالم صفا و مروہ کے درمیان سعی کی سعادت حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہ سنت انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔ پھر جب ساتویں مرتبہ حضرتِ ہاجرہؓ نہایت اضطرار و بے قراری کے عالم میں بچے کے پاس پہنچی تو عجیب سماں نظر آیا۔ ننھے بچے حضرت اسماعیل کے بالکل قریب پانی کا چشمہ اُبل رہا تھا۔ آپ نے پانی کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ خود پیا اور بچے کو پلایا اور پانی کے ارد گرد ایک منڈیر باندھ دی اور زم زم کہا۔ اور اس طرح پانی کو محصور کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے متعلق فرمایا کہ خدا رحم کرے، اُم اسماعیل پر، کہ انہوں نے پانی کو روک دیا ورنہ یہ پانی پھیل جاتا۔

زمزم کی وجہ تسمیہ

زم زم کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت کی زبان میں "زم" کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور رک جانے کے ہیں۔ سریانی زبان میں اسی قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔ اور قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ پھر حضورؐ کے محولہ بالا ارشاد سے اسی مفہوم کی تصدیق ہو جاتی۔ کہ زم کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ اس لفظ کا تکرار امر تاکیدی کے معنی دیتا ہے۔ سو وہ پانی ٹھہر گیا۔ اور آج تک یہ چشمہ فیض دنیا کو سیراب کر رہا ہے۔ اس مبارک پانی کے نمودار ہوتے ہی چرند و پرند جمع ہو گئے۔ اور بنی جرہم کے قبیلے کے چند لوگ یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ اور اس طرح یہ بے آب و گیاہ وادی ایک مستقل آبادی میں تبدیل ہو گئی۔ جس کو آگے چل کر تمام روئے زمین پر فضیلت حاصل ہونا تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پانی کے بارے میں ارشاد ہے۔ خَیْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم کا پانی ہے۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ بابرکت پانی ہے۔ اور اس میں ایسی غذائیت پائی جاتی ہے۔ جو انسان کی قوت کو بحال کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ زم زم کا پانی جس غرض کیلئے پیا جائے وہ غرض انشاء اللہ پوری ہو جاتی ہے۔ اور اللہ نے اس میں شفا بھی رکھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے موقع پر آپ کے سینہ مبارک کو اسی ماء مبارک سے دھلوایا گیا۔ آج کے سائنسی دور میں تحقیقات کی بدولت زم زم کے پانی کا جو تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسے معدنی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ جو انسان کی صحت و توانائی اور اس کی نشو و نما کے لئے حد درجہ مفید ہیں۔ اس پانی کی ایک خاصیت یہ بھی ہے۔ کہ اس کو جتنی مدت رکھا جائے۔ اس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔ اور اس کا ذائقہ بھی کافی حد تک اپنی اصلی حالت میں رہتا ہے۔ راقم الحروف کے والد صاحب ۱۹۲۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر زم زم کا ایک کنستر بھر کر لائے۔ اس میں سے کچھ حصہ تبرک کے طور پر تقسیم کیا گیا۔ اور کچھ حصہ ذخیرہ کر لیا گیا اور پھر وہ پانی چند سالوں تک بالکل اسی حالت میں بغیر کسی تغیر کے تبرک کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ ایک سال کا تجربہ تو عام ہے۔ اس پانی میں شفا ہے۔ جلدی امراض میں بہت مفید ہے۔ اس احقر نے ایک بزرگ ولی اللہ اور عالم دین جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ سے برملا یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی خارش اور جلدی امراض میں مبتلا ہو گیا۔ پل بھر کے لئے چین نصیب نہ ہوتا۔ معاً خیال آیا کہ حضورؐ نے اس مبارک پانی پینے کے لئے جو دعا تلقین فرمائی ہے۔ اُس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ۔ چنانچہ میں چاہِ زم زم پہنچا، پانی پیا اور بدن پر بہایا، خدا نے اتنا کرم کیا پھر آج تک اس مرض نے عود نہیں کیا۔" آپ نے واہ کینٹ میں درس قرآن کی سالانہ تقریب میں یہ واقعہ بیان کیا۔

زمزم سے حضورؐ کی محبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پانی سے جو رغبت اور محبت تھی وہ اس واقعہ سے عیاں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت سہیل بن عمرو کو خط لکھ کر آب زم زم طلب فرمایا۔ اس مکتوب رسول مقبول میں مرقوم تھا۔ اِنْ جَاءَ کِتَابِیْ لَیْلًا فَلَا تُصْبِحَنَّ اَوْ نَہَارًا فَلَا تُمْسِیَنَّ حَتّٰی تَبْعَثَ اِلَیَّ مَاءَ زَمْزَمَ (اگر میرا خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن کو پہنچے تو شام ہونے سے پہلے میری طرف زم زم بھیج دو) چنانچہ حضرت سہیلؓ نے حضورؐ کی خدمت اونٹوں پر آب زم زم کی مشکیں لدوا کر بھیج دیں۔

زم زم کی تولیت بنو اسماعیل میں ہی رہی۔ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے یہ کنواں بند کر دیا گیا لیکن اہل مکہ کی والہانہ عقیدت قائم رہی۔ انجام کار حضرت عبدالمطلب نے خواب میں غیبی اشارہ پا کر اپنے بیٹے حارث کی مدد سے اس چشمہ فیض کو از سر نو جاری کیا جو آج تک بدستور جاری ہے۔ اور خلق خدا کو سیراب کر رہا ہے۔ قدرتِ خداوندی ملاحظہ ہو کہ نہر زبیدہ سے قبل مکہ کی ساری آبادی اسی ایک کنوئیں سے پانی حاصل کرتی تھی۔ اور یہ پانی سب کو کافی ہوتا تھا۔ پانی کی قلت کا کبھی شکوہ پیدا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ ایام حج میں حجاج کرام جن کی تعداد مکہ کی اصل آبادی سے کئی گنا بڑھ جاتی تھی۔ آب زم زم کو کثرت سے استعمال میں لاتے۔ اور پھر تبرک کے طور پر اپنے اپنے گھروں کو لے جاتے۔ لیکن چشمہ صافی پوری آب و تاب سے ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ اس پانی کو کھڑے ہو کر پینا اور یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ (اے اللہ میں تجھ سے نفع مند علم کا سوال کرتا ہوں۔ اور وسیع رزق کی التجا کرتا ہوں۔ اور بیماری سے کلی شفا کا طلبگار ہوں)

الغرض اس مبارک پانی میں شرب و طعام کی دونوں خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اور جسمانی نشو و نما اور حیاتِ انسانی کی بقا کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے قدوم میمنت لزوم سے اس کو جو برکت دی گئی، وہ انسان کی روحانی تربیت میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ ایک مسلمان حضرت ابراہیم کے روحانی فیض اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے احسانات کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نماز کے اختتام پر جو درود پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل کا تذکرہ اس بات کا ثبوت ہے، کہ حضرت ابراہیم کو یاد رکھا جائے۔ ان کی طرز زیست کو مدِنظر رکھا جائے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ



★ حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

★ جن علماء نے قرآن کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔

★ اگر کوئی شخص نماز کو فرض سمجھتے ہوئے بھی نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے۔ (حضرت لاہوریؒ)

علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ

مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ اور معاشرے پر ان کے اثرات

برصغیر ہندو پاکستان میں انگریزی اقتدار سے قبل مسلمانوں میں دینی تعلیم کے لئے درسگاہیں موجود تھیں جو اکثر عام مسلمانوں کی امداد سے چل رہی تھیں اور جن کو جاری رکھنا مسلمانانِ برصغیر ملّی حیات، اور بقائے دین کے لئے ضروری سمجھ رہے تھے اور جن سے ایک طرف برصغیر میں بقائے اسلام اور حفاظت دین کا سامان فراہم ہو رہا تھا اور دوسری طرف ان میں ملّی خودی کے شعور کو فروغ ہو رہا تھا۔ ان ہی دینی درس گاہوں کا نتیجہ تھا کہ انگریزوں کو ہندوستان پر قبضہ کرنے سے قبل اور بعد دینی تعلیم کے مسلمانوں میں پیدا کردہ شعور حریت اور احساس خودی سے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک لڑنا پڑا۔ دینی تعلیم کا یہ پیدا کردہ شعور ایک تو محدود تھا اور عالمگیر نہ تھا صرف مسلمانانِ ہند کے مخصوص طبقہ میں یہ شعور موجود تھا باقی امراء و آسودہ حال طبقہ ذاتی اغراض اور شخصی مفاد کے سوا ملّی مقصد و اجتماعی عظمت کے تصور سے ناآشنا تھا۔ اس کے ساتھ یہ مخصوص طبقہ پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ یکجا منظم اور متحد نہ تھا اس کے علاوہ مسلمانوں میں ایسے غدار موجود تھے جو ہر وقت ملّی مقصد اور قومی عظمت کو ذاتی مفاد پر قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سراج الدولہ کی ۱۷۵۷ء کی جنگ اور سلطان ٹیپو شہیدؒ کی ۱۷۹۹ء کی جنگ کامیاب نہ ہو سکی اگر تمام مسلمان ملّی جذبہ کی محبت سے سرشار ہوتے تو جنگ کے متعلق تاریخ کا فیصلہ دوسرا ہوتا۔ ۱۸۵۷ء کا نامکمل انقلاب اور بالاکوٹ کا معرکہ بھی انہی کمزوریوں کی وجہ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکا۔ یہ تمام واقعات انگریزوں کے سامنے تھے۔ بلکہ دوسری طرف اسی مذہبی جوش اور ملّی جذبہ نے افغانستان کے فاتح انگریز کو ۱۸۴۱ء میں شکست فاش دے کر فوج کی تباہی کے بعد ان کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ کارروائی اکبر خان فرزند دوست محمد خان کے ہاتھوں عمل میں آئی ان سب حالات کو دیکھ کر انگریز نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ابھی ابھی ایک عظیم الشان سلطنت نکل چکی ہے اور اگر اسلامی روح ان میں اسی طرح باقی رہی تو برطانوی سلطنت کا استحکام ناممکن ہے اور ہر وقت خطرہ رہیگا۔ کہ مسلمانوں کو ان کا دینی جذبہ کسی بھی وقت ہمارے ہاتھوں سے سلطنت چھیننے پر ابھار دے لہٰذا انہوں نے اسلامی تعلیم اور اسکے سرچشموں کا ختم کرنا طے کر لیا اور لارڈ میکالے نے ۱۸۳۵ء میں ایک تعلیمی مسودہ پیش کیا کہ فارسی زبان کی جگہ انگریزی تعلیم دی جائے اور نصاب تعلیم ایسا ہو کہ ہمیں حکومت چلانے کے لئے ارزاں سے ارزاں ملازم مل سکیں اور یہ کوشش کی جائے کہ وہ ظاہری صورت میں ہندوستانی ہوں۔ لیکن ذہن و فکر کے لحاظ سے انگریز ہوں۔ اس لئے نصاب ایسا رکھا گیا جو مذہبی اسپرٹ سے خالی تھا اور مندرجہ بالا مقاصد کو پورا کرتا تھا۔ مثلاً یہ تو سکھایا کہ گھڑی سے وقت کس طرح پہچانیں، موٹر کس طرح چلائیں۔ انگریزی میں مضمون کس طرح لکھیں۔ لیکن یہ نہیں سکھایا کہ مٹی سے لوہا کس طرح نکالیں اس کو کس طرح صاف کریں اور پھر اس سے ریل کی پٹڑیاں اور انجن کس طرح بنائیں اور پھر کس طرح جوڑیں گویا انگریزی تعلیم سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ دینی جذبہ سرد ہو اور ان کے دلوں میں انگریزوں کی محبت کا بیج بویا جائے۔ ملّی مقاصد سے محبت بتدریج کم ہو جائے۔ بنیادی عقائد کی زندگی پر گرفت ڈھیلی ہو جائے۔ ایسے ملازم تیار ہوں کہ کم سے کم تنخواہ پر ہم ان سے کام لے سکیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی کوشش کی گئی کہ آپس میں متفق نہ ہوں بلکہ آپس میں لڑتے رہیں تاکہ کسی وقت وہ متحد اور طاقتور نہ بن سکیں۔ سر جان میلکم نے لکھا ہے۔

"ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ جدا رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں"

قدیم تعلیم کا زوال

انگریزوں کی اس حکمت عملی سے چند نتائج نکلے۔

(۱) مسلمانوں کی دینی تعلیم رو بہ زوال ہوئی۔ حالانکہ انگریزوں کے اقتدار سے قبل برصغیر میں کافی اسلامی درسگاہیں موجود تھیں۔ "تعلیمی ہند" کے بیان کے مطابق صرف متحدہ بنگال میں مسلمانوں کی اسی ہزار دینی درسگاہیں موجود تھیں۔ مضافات دہلی میں سات ہزار دینی مدارس تھے خود دہلی میں حسب بیان "صبح الاعشیٰ" قلقشندی ایک ہزار عربی مدارس موجود تھے۔ جن میں ایک مدرسہ شافعیوں کا اور باقی حنفیوں کے تھے۔ مغربی سیاح ڈاکٹر ہملٹن ۱۶۹۰ء میں ٹھٹھہ میں آیا، وہ اپنے سفر نامہ "بعہد اورنگ زیب" میں لکھتا ہے کہ:۔

"یہاں مذہب اور فلسفہ کا خوب چرچا ہے اور یہاں چار سو دارالعلوم ہیں"

ٹارفن کے حوالہ سے "تاریخ انقلابات عالم" ج ۲ ص ۳۲۴ میں درج ہے کہ:۔

"اسلام کی حکومت میں مذہبی تنفر کا نام نہیں، حالانکہ یورپ میں ایسا ہے"

دنیوی خوشحالی کے متعلق پیجر ناسو لکھتا ہے:۔

"دولت، اطمینان، امن و سکون کا جو نظارہ دور شاہجہان میں ہندوستان میں تھا کل دنیا میں اس کی نظیر نہیں"

انگریزی تعلیم کے نفاذ سے دوسرا نقصان یہ ہوا کہ جدید تعلیم کی وجہ سے علمائے اسلام کیلئے ملازمت کے دروازے بند ہو گئے اور ان کی معاشی فارغ البالی کا خاتمہ ہوا۔ انگریزی تعلیم سے قبل محکمہ تعلیم تقریباً علماء کے ہاتھ میں تھا۔ اور بڑے بڑے انتظامی عہدوں پر بھی ان کا ہی قبضہ تھا۔ لیکن تعلیمی سانچے کے بدل جانے سے یہ سب کچھ جاتا رہا۔ اس کے بعد وقف ملکی اور دیگر اسلامی اوقاف پر بھی انگریزوں نے قبضہ کر کے علمائے اسلام کے ذرائع تعلیم اسلام پر کاری ضرب لگائی۔ علماء کی جو کچھ تعداد باقی تھی انقلاب ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کے الزام کے بہانے اس کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ "قیصر التواریخ" کے حوالہ کے مطابق اس الزام میں سات ہزار علماء کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اب دینی تعلیم چلانے کیلئے بقیۃ السیف علماء کے لئے صرف مسلمانوں کی مالی امداد کا سہارا باقی رہ گیا تھا۔ دینی تعلیم اور علماء سے مسلمانوں کی جو عقیدت تھی اسی کی بدولت یہ سہارا قائم رہا تھا۔ لیکن انگریزی حکومت کی مشینری نے علماء کے خلاف وہ سب کچھ کیا جو علمائے اسلام کی وقعت کو مسلمانوں کے قلوب میں کم کرنے کے لئے ضروری تھا۔ اس کے علاوہ انگریزی حکمت عملی نے علماء میں پھوٹ ڈال کر لڑانے کی بھی کوشش کی تاکہ امت اسلامی میں ان کا وقار مجروح ہو کر وہ اس قابل نہ رہیں کہ دین کی کوئی مؤثر خدمت کر سکیں اور ان کے پاس جو کچھ علمی قوت ہے وہ باہمی

مناقشات میں صرف ہو کر ضائع ہو جائے۔ لیکن ان سب تدابیر کے باوجود انگریزی حکمت عملی، اسلامی تعلیم اور ان کے سرچشموں کو ختم کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی اور برصغیر ہند و پاکستان کے مظلوم و مفلوک الحال علماء نے تہیہ کر لیا، کہ زوال حکومت کے باوجود ہمیں بہر حال، اسلام کو باقی رکھنا ہے اور اسلامی تعلیم کے سرچشموں کو نہ صرف باقی رکھنا ہے بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کے ایک ایک اثر کو اور ملی خصوصیات کی ایک ایک نشانی کو اپنی جان سے عزیز سمجھ کر پورے عالم اسلام میں پھیلانا ہے۔ چند اہل اللہ اور علمائے ربانیین کے دل میں اللہ تعالےٰ نے اسلامی تعلیمات کو برصغیر میں زندہ رکھنے کا یہ عزم راسخ ڈالا تا کہ مسلمانان برصغیر میں ملی روح کو باقی رکھنے کا سامان ہو۔ ان کو یقین تھا کہ صرف انگریزی تعلیم سے ملت اسلامیہ کی حیات کا سامان مہیا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قوم کی زندگی کے لئے سب سے پہلی چیز وحدت مقصد کا وجود ہے۔ اگر یہ متحدہ مقصد موجود نہ ہو تو وہ قوم نہیں بلکہ حیوانوں کا جھنڈ اور جانوروں کا گلہ ہے۔ قومی اور ملی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے ہر فرد کو زندگی کے اس مشترک مقصد کی عظمت پر ایسا یقین ہو اور وہ اس کی محبت میں ہر شار ہو کہ اس کی دھن میں اس کا مرنا جینا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا سب کچھ ہو اور ہر فرد کو یہ مقصد اتنا عزیز ہو کہ جب کبھی اس کے سامنے اس کا ذاتی مفاد اور شخصی مقاصد اس مشترک مقصد حیات سے متصادم ہوں، تو وہ اپنے تمام ذاتی مقاصد و شخصی فوائد کو یہاں تک کہ خود اپنے وجود کو بھی اس پر قربان کر دے۔ اسی مقصد مشترکہ سے جو ذہنی وحدت قوم میں پیدا ہوتی ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس کا نام ایمان ہے۔ اسی سے ذاتی اغراض کے خس و خاشاک کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی سے عزم و استقلال، بہادری، موت سے بے خوفی اور قربانی اور کردار کی پختگی پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ روح ہے جس کی آواز قوم کے قافلہ کو منزل پر پہنچاتی ہے۔ اور یہی قوت ایمان تعلیمات اسلامی کی زمین سے اگتی اور بالیدگی حاصل کرتی ہے اور یہی قوت قوموں کے عروج و زوال میں حد فاصل ہے خواہ یہ مشترک مقصد فطری ہو جیسے ایمان یا مصنوعی ہو جیسے مغربی اقوام کی قومیت لیکن جب ایسی دو قوموں کا مقابلہ ہو کہ ایک فطری وحدت ذہنی یعنی ایمان کی قوت سے رنگی ہوئی ہو۔ اور دوسری مصنوعی وحدت، وحدت قومی سے تو پہلی قوم فاتح اور دوسری مفتوح ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک قوم میں قومی وحدت ہو اور دوسری میں نہ ایمانی وحدت ہو نہ قومی تو پہلی قوم فتح پاتی ہے۔ اسلام کے فرزندوں نے اپنی اس ایمانی مقصد مشترک کی قوت سے رومی، ایرانی، ترکی، ہندی قوموں کو باوجود ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود شکست فاش دی۔ لیکن جب ایمانی مقصد مشترک مسلمانوں میں نہیں رہا تو ہلاکو کی غیر تعلیمیافتہ قوم سے انہوں نے شکست کھائی اور ہندوستان میں مٹھی بھر انگریزوں نے ان کو شکست دیکر ایک عظیم سلطنت ان سے چھین لی اس مقصد مشترک اور ایمانی وحدت ذہنی کے ضعف کیوجہ سے عربوں کو سسلی میں نارمنوں نے "اندلس" میں اسپینیوں نے اور عراق و خراسان میں تاتاریوں نے شکست دی جو فیصدی تعلیم میں ان نارمنوں، اسپینیوں اور تاتاریوں سے کم نہ تھے۔ قوم کے عروج و زوال میں فیصدی انگریزی خوانی کا منتر فیصلہ کن نہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ایمان کی ناقابل تسخیر قوت فیصلہ کن ہے۔ فتح و شکست کا زیادہ تر فیصلہ فوجی محاذ کے بجائے ذہنی متحدہ محاذ کی قوت سے ہوتا چلا آیا ہے۔ یہی راز ہے کہ مسلمانوں نے اسی قوت کی تعمیر و بقاء کو اپنی قوت و حیات کا مسئلہ سمجھا اور اسی قوت ایمانی کے فروغ اور بقاء کے لئے اسلامی علوم کی تحصیل و نشر و اشاعت میں مال و جان کی حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں جن کی نظیر تمام اقوام عالم میں نہیں مل سکتی۔

تعلیم اسلامی کے عشق میں اہل اسلام کا مالی ایثار

۱۔ امام بخاری کے والد بہت بڑے سرمایہ دار تھے۔ امام بخاری نے وہ سارا مال طلب حدیث میں صرف کر ڈالا۔

۲۔ یحییٰ ابن معین نے علم الحدیث کی تحصیل میں اپنا کل سرمایہ دس ہزار روپے صرف کر ڈالا۔ یہاں تک کہ جوتی خریدنے کی رقم تک نہ رہی اور ننگے پیر چلتے تھے۔

۳۔ عبداللہ بن المبارک نے تحصیل علم دین میں اپنی پوری پونجی یعنی چالیس ہزار درہم صرف کر ڈالے۔

۴۔ محمد بن علی بن عاصم واسطی نے تحصیل علم دین میں ایک لاکھ کی رقم صرف کی جو ان کے والد نے ان کو دی تھی۔

۵۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تحصیل علم دین میں ڈیڑھ لاکھ کی رقم صرف کی۔

۶۔ ہشام بن عبید اللہ نے علم الحدیث کے سفر میں سات لاکھ روپے صرف کئے۔

۷۔ ابن رستم نے تحصیل علوم اسلامیہ میں تین لاکھ کی رقم صرف کی۔

۸۔ خطیب بغدادی نے تحصیل علوم اسلامیہ میں دو کروڑ پونڈ صرف کئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ روپیہ روپیہ تھا۔ شوق علوم دینیہ میں مسلمانوں کی ذاتی، مالی قربانی کا یہ حال تھا جس کے متعلق ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے چند حوالے پیش کئے۔ تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کو اپنے دور عروج میں دینی علوم کی عظمت اور اہمیت کا کس قدر احساس تھا۔

شوق علوم اسلامیہ میں جانی قربانیاں

۱۔ امام بخاریؒ نے اپنی بیوہ ماں کے زیر سایہ ترکستان، عرب، عراق، خراسان، ایران کے ایک ایک شیخ کی درسگاہ کو طلب حدیث کے لئے چھان ڈالا۔

۲۔ محمد بن مفرح اموی اندلسی نے یورپ، ایشیا، افریقہ تین براعظم طلب علم کے لئے قطع کئے۔ اسپین کا قرطبہ، افریقہ کا مصر، ایشیا کے شہر دمشق، صنعا و یمن ان کے تعلیمی مقامات تھے۔

۳۔ ابو محمد عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی حبیب اندلسی وزرت کے خانوادے سے تھے۔ سپین میں علم سے فارغ ہو کر طلب علم دین کے لئے اسکندریہ و مصر آئے پھر عراق میں داخل ہوئے اور بغداد میں مقیم رہے۔ پھر خراسان کی راہ لی۔ اور نیشاپور اور بلخ میں قیام کیا۔ پیدا اسپین کی خاک میں ہوئے اور سنہ ۵۴۸ھ کو افغانستان کے شہر ہرات میں دفن ہوئے۔

۴۔ بو علی قالی عراق کے شہر دیار بکر میں پیدا ہوئے طلب علم میں موصل اور بغداد سے چل کر اسپین میں دم لیا سنہ ۳۵۳ھ میں قرطبہ میں وفات پائی

۵۔ حماسہ کے مشہور شارح تبریزی نے کتابوں کا پشتارہ پیٹھ پر باندھا۔ اور ابوالعلاء المعری کی خدمت میں شام پہنچے پسینے سے کتابوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا ایک ایک ورق دوسرے سے چپک گیا تھا۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے اس زمانے میں مسلمانوں کے عشق علم دین کا حال ہے کہ جس میں موجودہ مواصلات کا نام و نشان نہ تھا اور اکثر مسافت پیدل طے کرنی پڑتی تھی۔ علمائے اسلام کا عشق علم دین اس درجہ کا تھا۔ کہ مالی تنگ دستی بھی اس راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی ✽



بقیہ: افکار وخیالات

تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے۔ میں نے امام ولی اللہ دہلوی کی مشہور کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ جاری رکھا۔ مثلاً بدور بازغہ، خیر کثیر، تفہیمات الٰہیہ، سطعات، لمعات، الطاف القدس وغیرہ۔ ان کتابوں کے لیے بطور مفتاح میں نے مولانا رفیع الدین دہلوی کی تکمیل الاذہان اور مولانا اسمٰعیل شہید کی عبقات اور مولانا محمد قاسم کی قاسم العلوم اور تقریر دل پذیر اور آب حیات کو استعمال کیا۔ مجھے ان کتابوں کے پڑھانے کا بھی موقع ملتا رہا۔ اور ساتھ ہی مدرسۂ قرآن عظیم بھی جاری رہا۔ اس سے میرے نظریات بہت وسیع ہو گئے۔ للہ الحمد۔" (خطبات و مقالات ص۲۸)

امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا مدرسہ

"اگر مجھے موقع دیا جائے کہ میں امام ولی اللہ دہلوی کو حکمت کا مجتہد مستقل فرض کروں اور امام عبدالعزیز دہلوی اور مولانا رفیع الدین دہلوی کو اس حکمت کا منتسب اور مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کو مجتہد فی المذاہب کے رتبہ پر تسلیم کر لوں تو میں اس حکمت کا ایسا سکول قائم کر سکتا ہوں جس میں

(الف) قرآن عظیم

(ب) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت الخلفاء الراشدین،

(ج) تاریخ اسلام کی پوری عقلی تشریح ممکن ہو۔

اس کے بعد تمام مذاہب عالم اور ان کی کتب مقدسہ کی تحقیق و تطبیق اسی اصول پر آسان ہو جائے گی۔ ذٰلک من فضل اللہ واللہ ذو فضل العظیم۔" (خطبات و مقالات ص۳۰)

بقیہ: اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض

جہاں اس بات کی تاکید ہے کہ بیوی اور بچوں کے نان و نفقہ میں کوتاہی نہ کرے وہاں اس حدیث میں اس کا بھی حکم ہے کہ بیوی اور بچے کی دینی حالت کی بھی خبر گیری کرتا ہے نماز و روزہ اور دوسرے فرائض و واجبات کی تاکید کرے۔ آج کل ہمارے اس دور میں دین کی ناقدری کا یہ عالم ہے کہ دینی فرائض کا پہلے تو حکم ہی نہیں دیا جاتا اور اگر ایک آدھ مرتبہ کہہ بھی دیا تو اس پر پھولے نہیں سماتے، اثر ہو گیا تو فبہا نہ ہوا تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ صاحب! میں نے ایک مرتبہ بھی کہا ہے، دو مرتبہ بھی کہا ہے اور صاحب! تین بار کہہ چکا ہوں۔ اب اگر بیوی نماز نہیں پڑھتی تو میں کیا کروں۔ کیا دُنیا کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے، مثلاً اگر کسی شخص کی بیوی سالن میں نمک اتنا تیز کر دے کہ اسے کھایا نہ جا سکے اور خاوند کہہ دے کہ آئندہ نمک تیز نہ ہو، دوسرے دن بیوی پھر نمک تیز کر دے اور اسی طرح تیسرے دن بھی تو انصاف سے بتائیے کہ کیا کوئی خاوند یہ کہے گا کہ تین مرتبہ تو کہہ دیا ہے اب نہیں مانتی تو میں کیا کروں؟ علماء نے لکھا ہے کہ جتنی قدر نمک کی ہے اتنی قدر بھی دین کی نہیں رہی ورنہ نماز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا جا سکتا کہ میں کیا کروں؟ جس طرح مرد پورے گھر کا محافظ و نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی ٹھیک اسی طرح عورت جہاں بیوی ہونے کی حیثیت سے گھر کی وزارت داخلہ کی نکیل تھامے ہوئے ہے وہاں اس پر بچوں کی ماں اور وزیر داخلہ ہونے کی حیثیت سے یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ بچوں کی دینی، علمی اور اخلاقی سُدھار کی جد و جہد کرے اور جیسے بھی بن پڑے ان میں دینی جذبات کی نشو و نما کا فریضہ انجام دے۔

والدین کے اخلاقی اثرات اولاد پر والدین کو بچے کی عادتوں، خصلتوں اور اخلاقی خوبیوں میں بڑا دخل ہے، اگر یہ اچھے ہوں گے، ان کے اخلاق اچھے ہوں گے اور دین و دینی احکام پر شیفتہ ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بچہ جو ان کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اور انھی کی گود میں پل کر جوان ہوا ہے، ان خوبیوں میں بقدر ظرف حصہ حاصل نہ کر سکے، کم و بیش کی بات نہیں متاثر ہونے کی بات ہے۔

دین و آخرت سے غفلت کی انتہا یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کی فکر تو ہر ایک کو ہوتی ہے لیکن دین جو اصل اور بنیاد ہے اس سے اکثر مسلمان غافل ہیں، مسلمان یہ تو چاہتا ہے کہ اس کا لڑکا دولت و اقتدار کا مالک بن جائے مگر اس کے دل میں یہ خواہش نہیں ہوتی کہ اسی کے ساتھ ہماری اولاد مسلمان بن جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی مسلمانیت کو اُجاگر رکھے، انھیں قرآن و سنت سے شغف ہو، اطاعت خداوندی کا ذوق ہو، اور فرائض کی ادائیگی کا جذبہ ان کے دل میں کروٹیں لے رہا ہو، پھر ان میں اونچے درجے کا اخلاق ہو، یہ صداقت کے مجسمے ہوں، اور ان کے معاملات پاکیزہ ہوں، جھوٹ، فریب اور فضول باتوں سے انھیں نفرت ہو، آخرت کا عقیدہ ان کے دل میں اس طرح جاگزیں ہو کہ بند کمرے میں جب وہ کسی سے رشوت قبول کرنے کا ارادہ کریں تو خدا کا خوف جھنجوڑ دے، رات کی تاریکی میں جب نفس دھوکا دینا چاہے تو یہ محسوس کریں کہ پروردگار عالم انھیں دیکھ رہا ہے اور جب کبھی اور جہاں کہیں باطل کی طاقت انھیں دین سے منحرف کرنے کی کوشش کرے تو ان کا یقین انھیں بیدار کر دے۔

علی زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے درست لکھا ہے کہ اپنے بچے کو اللہ کی کتاب کی تعلیم دلائے اور ان فرائض و سنن کی بھی جن کی ضرورت ہو اور ساتھ ہی آداب دین سے آراستہ کرے، ان کے الفاظ یہ ہیں: یُعَلِّمُہُ الْکِتَابَ اِذَا عَقَلَ وَمَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ وَآدَابِ الدِّیْنِ (شرح شرعۃ الاسلام ص۵۹۹)

دین سے بے خبری کا عالم مسلمان جس کی بنیادی کتاب قرآن کریم ہے اور جس پر اُس کا ایمان ہے، حد یہ ہے کہ اس کی طرف بھی اس زمانہ میں توجہ نہیں رہی، مسلمان بچے پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی آخری ڈگری تک حاصل کر لیتے ہیں، مگر کہیں انھیں بتایا نہیں جاتا کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ کن چیزوں پر عمل کرنے سے انسان مسلمان بنتا ہے؟ اسلام کے بنیادی عقائد کیا ہیں؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی آمد سے تمام جہان بقعۂ نور بن گیا اور انھوں نے ساری کائنات کو روشنی عطا کی کون تھے؟ آپ نے کیا کارنامے انجام دیئے آپ نے جس دین کی طرف بلایا وہ

کتنا کامل و اکمل اور جامع تھا۔ یہ مسلمان بچے" پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد بھی نہیں جانتے کہ اسلام جس نظام حیات کی تعلیم دیتا ہے وہ اپنی جامعیت و کاملیت کے اعتبار سے کیسا ہے؟ اس کا اقتصادی اور معاشی نظام کس قدر بہتر ہے اور ساری کائنات انسانی میں مساوات کی کس طرح سپرٹ پیدا کرتا ہے جس میں مکر و فریب اور لوٹ کھسوٹ کی کہیں سے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

موجودہ نظام حکمرانی کے مقابلہ میں وہ اسلامی نظام حکومت کی ہمہ گیری اور اس کے محاسن کا کبھی مطالعہ نہیں کرتا اور نہ کبھی اس کی طرف اس کا دھیان ہی جاتا ہے، یہ اور اس طرح کی بیسیوں خامیوں کا وہ مرقع ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ظاہر تو اس کا مسلمان ہوتا ہے مگر باطن میں دین راسخ نہیں ہوتا۔

انگریز بدبخت نے پوری قوم کو اپنی جگہ سے ہلا دیا ہے، اپنا نظام تعلیم رائج کر کے نئی نسل کو دین سے انتہائی دور کر دیا ہے، تعلیم کے نام سے وہ گمراہیاں پھیلا دی ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، مدرسے اور سکول و کالج میں ایسی تعلیم دلائی کہ مسلمان، مسلمان نہ رہا۔ ہمارے مفکرین نے قوم کو جھنجوڑا کہ سنبھل جائے اور سکول و کالج کی حقیقت واضح کی، لیکن مسلمان قوم نے ادھر بھی توجہ نہ دی، علامہ اقبالؒ کس دلسوزی سے کہہ رہے ہیں ؎

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ از وے روح قومے می تواں کشت
(ارمغان حجاز)

اور ؎

یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

٭ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ پی۔ سی۔ ایس کے امتحان میں ہمارے ایک مسلمان بھائی نے "آں حضرتؐ کہاں پیدا ہوئے تھے" کا جواب یہ دیا تھا کہ "ہمارے رسولؐ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے" برین عقل و دانش بباید گریست ــــ اوروں کا کیا حال ہوگا جو اتنے تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔

اور ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ
(ضرب کلیم)

اور علامہ اکبر الٰہ آبادی نے اس تاریخی حقیقت کو اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں بڑی خوبی سے ادا کیا۔ ان کا مشہور شعر ہے ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ایک دوسرے شعر میں انھوں نے مشرقی و مغربی حکمرانوں کا فرق اس طرح بیان کیا ہے ؎

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

تعلیم ـــ جو قلب ماہیت کرتی ہے اور جس طرح ایک سانچہ توڑ کر دوسرا سانچہ بناتی ہے، اس کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر
(ضرب کلیم)

مولانا محمد یوسف قریشی کی حج بیت اللہ سے واپسی

حضرت مولانا محمد یوسف قریشی صاحب خطیب جامع مسجد مہابت خاں پشاور اور مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور حج بیت اللہ سے بذریعہ سفینۂ حجاج واپس پشاور پہنچ گئے ہیں۔

خانپور میں ولی اللہ سوسائٹی پاکستان کی شاخ کا قیام

میاں ظہیر الحق صاحب دین پوری (نواسہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ) کی مساعی سے خانپور میں ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور (قائم کردہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ) کی ایک شاخ قائم کی گئی ہے جس کی منظوری مرکزی سوسائٹی نے دے دی ہے اور اس کا الحاق بھی منظور کر لیا ہے۔

اس شاخ کے سرپرست تو حضرت مولانا عبدالہادی مدظلہٗ ہیں۔ باقی عہدیداران حسب ذیل مقرر کیے گئے ہیں:

صدر: علامہ مفتی مولانا غلام حیدر صاحب
جنرل سیکرٹری: میاں ظہیر الحق صاحب دین پوری
جائنٹ سیکرٹری: ماسٹر غلام محمد انور صاحب
خزانچی: عبیداللہ محمد اقبال صاحب

محمد مقبول عالم بی۔ اے
جائنٹ سیکرٹری
ولی اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور

قصور کس کا؟

خط و کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھا کریں۔ اکثر اوقات غلط پتہ کی وجہ سے پیکٹ واپس آجاتے ہیں بلکہ شکایتی خطوط پر بھی شکایت کنندہ اپنا پتہ پورا اور صحیح لکھنا گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا عدم تعمیل کی شکایات بالکل بے جا ہوتی ہے۔ آئندہ صحیح پتہ نہ لکھنے والے حضرات تعمیل کی امید نہ رکھیں۔ خریدار حضرات اپنا نمبر خریداری بھی ضرور لکھیں۔ (مینجر)

ضروری درخواست

انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ ایک عرصے سے اپنے پروگرام بحمداللہ کامیابی سے چلا رہی ہے جن میں درس قرآن و حدیث، مجلس ذکر، سیرت کانفرنس، امداد غرباء، تبلیغی پمفلٹ کے علاوہ مدرسہ انوار القرآن کا تعلیمی تدریسی شعبہ بھی قائم ہے۔ سال گذشتہ کے حسابات آڈٹ ہو چکے ہیں۔ انجمن قریباً دس ہزار روپے کی مقروض ہے اس لیے تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ عطیات سے نواز کر ممنون کریں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ عنقریب پیر بابا کے قریب مدرسہ و مسجد کی تعمیر بھی انشاء اللہ شروع ہوگی۔ حکومت پاکستان نے انجمن کے عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

پتہ: (مولانا) احمد عبدالرحمٰن صدیقی ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر ضلع پشاور (۲۰۱۱)

سیرت کانفرنس نوشہرہ

حسب سابق اس مرتبہ بھی انشاء اللہ العزیز ۲۴ر ۲۵ر ۲۶ر اپریل ۱۹۷۲ء بروز سوموار، منگل، بدھ، سہ روزہ سیرت کانفرنس انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ ضلع پشاور کے زیر اہتمام منعقد ہوگی جس میں حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ، حضرت مولانا عبدالحق، حضرت پسروری، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد اجمل، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا زاہد الحسینی، مولانا سید گل بادشاہ، مولانا حافظ غلام محمد و دیگر حضرات تشریف لائیں گے۔ انشاء اللہ

(احمد عبدالرحمٰن صدیقی نوشہرہ)

ضرورت ایجنٹ

ہفت روزہ خدام الدین کے لیے مندرجہ ذیل شہروں میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے:

لالہ موسیٰ، منڈی صادق گنج، خوشاب، حیدر آباد، لورالائی، بستی، ہنگورہ، مانسہرہ، راجن پور، سرائے نورنگ، شاہ پور چاکر، نواب شاہ، تھل، مٹھ ٹوانہ، چاپڑاں، سرسنہ، شورکوٹ روڈ، نظام آباد، مظفر گڑھ، منڈی حاصل پور، پڈعیدن، مستونگ، کراچی

بچوں کا صفحہ

آداب و اخلاق

مولانا محمد شفیع ایم اے

عدل و انصاف

قرآن میں ارشاد ہے اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ یعنی اے لوگو! جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف اور عدل سے کیا کرو۔

قرآن نے عدل و انصاف پر زور دیا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے عادل تھے۔ آپؐ کے عدل و انصاف کی شہرت دشمنوں میں بھی تھی۔ قرآن میں یوں ارشاد ہوا ہے۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ یعنی انصاف کرو یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف کی ایک ایسی مثال قائم کی کہ دنیا کا کوئی انسان پیش نہیں کر سکتا۔ آخری وقت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو جمع کیا۔ اور فرمایا "اگر میں نے کسی پر زیادتی کی ہو یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو وہ آج ہی بدلہ لے لے تاکہ قیامت کے دن مجھے خدا کے رو برو رسوا نہ ہونا پڑے۔ ایک شخص نے کہا کہ آپؐ نے میرے جسم پر ایک چھڑی ماری تھی اور میرا جسم ننگا تھا — آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اتار دیا اور اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور کہا کہ بس میرا مقصد یہی تھا۔ میں تو صرف آپؐ کے جسم اطہر کو بوسہ دینا چاہتا تھا۔

● ایک مسلمان اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔ در اصل مسلمان جھوٹا تھا۔ اور یہودی سچا تھا لیکن مسلمان کو یہ گمان تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میری رعایت کریں گے کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ جب آپؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ مسلمان دل میں بہت ناراض ہوا۔ کہ میرا لحاظ نہ کیا۔ اس لیے وہ حضرت عمرؓ کے پاس اپنا مقدمہ لے گیا اور یہودی سے کہا کہ عمرؓ سے فیصلہ کروا لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ ٹھیک نہیں کیا۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے۔ ٹھہرو میں ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ اندر گئے۔ اور تلوار اٹھا لائے۔ آتے ہی مسلمان کی گردن تن سے جدا کر دی اور کہا کہ جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ قبول نہیں کرتا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ اس کے متعلق یہ ہے۔

مہمان نوازی

مہمان کی عزت کرنا اور اسے اچھا کھانا کھلانا بھی اسلامی اعمال میں داخل ہے۔ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ بیٹھے تھے کہ دو مہمان آ گئے۔ آپ نے انہیں بٹھایا اور فوراً ایک بچھڑا ذبح کر ڈالا۔ اسے صاف کر کے خوب اچھی طرح بھونا اور مہمانوں کے سامنے لا رکھا۔ اور اصرار کیا کہ وہ ضرور کھائیں۔ مگر دونوں مہمانوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ کہ یہ مہمان کیسے ہیں میری مہمانی قبول نہیں کرتے۔ مہمانوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے ناراض ہیں تو انہوں نے بتایا۔ کہ ہم فرشتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے عزیز بچو! مہمان نوازی بہت اچھی چیز ہے۔ اس سے رزق میں فراخی ہوتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کی خاطر داری میں کمی نہ کرے۔ مہمانی تین دن تک کرنی چاہیے۔ اس کے بعد صدقہ ہے اگر اس کے بعد مہمانی نہ کر سکے۔ تو مہمان کو رخصت کر دے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ اگر آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ادھار لے کر بھی مہمان نوازی کرتے — ایک دفعہ مہمان آ گیا گھر میں کچھ نہ تھا۔ صحابہؓ سے فرمایا۔ کوئی ہے جو اس کی مہمانی کرے۔ ابو طلحہؓ ان کو اپنے گھر لے گئے۔ اپنی بیوی سے پوچھا "کچھ کھانے کے لیے ہے؟" انہوں نے کہا۔ کہ بچوں کے لیے کھانا ہے وہی ہے۔ میں بچوں کو سلا دیتی ہوں تم مہمان کو کھلا دینا کہ بھوکا نہ رہے۔ اور کہنے لگیں جب مہمان آئے گا تو میں چراغ بجھا دوں گی تم جھوٹ موٹ منہ ہلاتے رہنا وہ سمجھے گا کہ شاید میزبان بھی میرے ساتھ کھا رہا ہے — غرض مہمان کے آتے ہی بیوی نے ایسا ہی کیا اور چراغ بجھا دیا۔ حق اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی۔

پیارے بچو! دیکھا اتنی تنگی کے موقع پر بھی انہوں نے مہمان کی خدمت کی۔

لایعنی کام

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔ (ابن ماجہ)

آدمی کے اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جس بات میں فائدہ نہ ہو اسے چھوڑ دے۔

جو عبث بھی کام ہو یا بات ہو
ہے یہی خوبی کہ اس کو چھوڑ دو

★

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۴۳۲۱/G مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۴۳۷-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۶۷/۹/۳۹-۲-۵۵-۹ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۴۰/GM۲-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک

سالانہ	۱۶
ششماہی	۸
سہ ماہی	۴

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ۶۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ۳۶
بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ۴۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ۳۶

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا
اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا